جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

لِّيُخۡرِجَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِؕ

القران الحکیم ۱۲:۶۵

النور

وفا۔ظہور ۱۳۸۸ ہش
جولائی۔اگست ۲۰۰۹ء

Scenes from Jalsa Seeratun Nabi saw held in North New Jersey

پیغمبر آخر الزمان ﷺ کو اللہ تعالی نے ہرفرد کیلئے نبی بنا کر بھیجا اور آپؐ کی آمد پر دین کو مکمل کر دیا

آنحضرت ﷺ پوری کائنات کیلئے پیغام امن لائے

جس کے دل میں نبی ﷺ کی محبت نہیں وہ صاحب ایمان نہیں

اسلام امن وآشتی کا دین ہے' حضور ﷺ کی تشریف آوری سے کفر کے اندھیرے چھٹ گئے' آپ ﷺ اللہ کے آخری نبیؐ ہیں

حضور ﷺ کی زندگی کو مشعل راہ بنانا ہوگا' ورلڈ وائڈ مسلم کمیونٹی آف احمدیہ گلشن نیوجرسی کے زیر اہتمام منعقدہ سیرت النبی ﷺ کانفرنس سے علماء کا خطاب

نیوجرسی (منظور حسین سے) نبی پاک ﷺ کی ذات اقدس کائنات کی تمام ہستیوں انبیاء کرام صحابہ کرام اور ہر ایک انسان کیلئے نمونہ کا باعث ہے جس کے دل میں حضور ﷺ کی محبت قائم نہیں وہ صاحب ایمان نہیں-ان خیالات کا اظہار ورلڈ وائڈ مسلم کمیونٹی آف احمدیہ گلشن نیوجرسی کی جانب سے منعقدہ سیرت النبی ﷺ کانفرنس میں مختلف مسلک سے تعلق رکھنے والے علماء نے اپنے خطاب کے دوران کیا-علماء نے کہا کہ وقت کے ساتھ اللہ تعالی نے اپنی امتوں پر نبی بھیجے مگر نبی آخرالزمان ﷺ کو کائنات کے ہر فرد کیلئے نبی بنا کر بھیجا اور فرما دیا کہ ہم نے تم پر آج دین مکمل کر دیا-انہوں نے کہا کہ اللہ تعالی نے جو عزت خانہ کعبہ کی وجہ سے مسلمانوں کو دی وہ اور کسی کو نصیب نہیں ہوئی-اس گھر کو پہلے حضرت آدم علیہ السلام اور بعد ازیں ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے تعمیر کیا-علماء نے کہا کہ عیسائیوں کی عبادت کیلئے چرچ جبکہ دیگر امتوں کیلئے الگ الگ عبادت گاہیں بنا دی گئیں مگر مسلمان کو فوقیت حاصل ہے کہ وہ کہیں بھی نماز ادا کرسکتا ہے-امام امیر صلاح الدین اسلامک سنٹر آف پسک چیئرمین نے کہا کہ اسلام امن وآشتی کا دین ہے-اسلام کے آنے اور حضور ﷺ کی بحیثیت نبی آخرالزمان آنے کے بعد دنیا سے اندھیرے چھٹ گئے اور زمین وآسمان شمع نور بن گیا-انہوں نے کہا کہ آنحضرت ﷺ پورے عالم کیلئے امن کا پیغام لے کر آئے-یہ پیغام نور علم سے بھرا ہوا تھا-انہوں نے سیدھے راستے کا تعین کر لیا اور پھر اس کے راستے سے اللہ تعالی نے تکالیف کا خاتمہ کرنا شروع کر دیا-انہوں نے کہا کہ ہمیں حضور پاک ﷺ کی زندگی کو مشعل راہ بنا لینا چاہئے-آپ ﷺ نے اس دنیا میں عرب وعجم کی روزمرہ کی زندگی میں تبدیلی پیدا کر دی-عرب انگشت بدنداں تھے کہ ان کی موروثی سیاست کو خطرات درپیش ہو کر رہ گئے ہیں ایک ایسا نبی آگیا ہے جس نے لوگوں کو اسلام کا پیغام کھلے عام دینا شروع کر دیا ہے پھر وہ سب اُن کے دشمن بن گئے مگر اللہ تعالی نے اپنے نبی کی خود حفاظت کی-انہوں نے کہا کہ آج اگر لوگوں یا امتوں کے مابین کوئی تصادم موجود ہے تو قرآن میں اس کا حل موجود ہے-سیرت النبی کی اس تقریب سے مسجد الحق نیوورک کے خطیب امام کریم محمد امام انعام الحق کوئنز امام مسجد بیت الواحد امام ڈاکٹر محمد قاطانی اسلامک سنٹر آف پیسائک کاؤنٹی نیوجرسی امام محمد القلائی نے بھی خطاب کیا اور آنحضور ﷺ کی ذات اقدس کے مختلف پہلوؤں پر خصوصی روشنی ڈالی-تقریب میں مرد وخواتین بوڑھے اور بچوں کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی-

کہا کہ آپ اللہ کے آخری نبی ہیں-امام اوزگن اسلامک سنٹر چیئرمین نے کہا کہ اس نے حضور ﷺ کی سنت پر عمل کیا اس نے

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لا یُخْرِجُھُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ؕ (2:258)

النــــور

جولائی۔اگست 2009

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

فہرس

نگران: ڈاکٹر احسان اللہ ظفر

امیر جماعت احمدیہ، یو۔ایس۔اے

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر نصیر احمد

مدیر: ڈاکٹر کریم اللہ زیروی

ادارتی مشیر: محمد ظفر اللہ ہنجرا

معاون: حسنیٰ مقبول احمد

لکھنے کا پتہ:
Editors Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905
karimzirvi@yahoo.com

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدْوًا بِغَیْرِ عِلْمٍ ؕ کَذٰلِکَ زَیَّنَّا لِکُلِّ اُمَّۃٍ عَمَلَھُمْ ص ثُمَّ اِلٰی رَبِّھِمْ مَّرْجِعُھُمْ فَیُنَبِّئُھُمْ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝

(الانعام: 109)

اور تم ان کو گالیاں نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں ورنہ وہ دشمنی کرتے ہوئے بغیر علم کے اللہ کو گالیاں دیں گے۔ اسی طرح ہم نے ہر قوم کو اُن کے کام خوبصورت بنا کر دکھائے ہیں۔ پھر ان کے ربّ کی طرف اُن کو لوٹ کر جانا ہے تب وہ اُنہیں اس سے آگاہ کرے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔

{700 احکام خُداوندی صفحہ 54-55}

قرآن کریم

حٰمٓ ۚ وَالْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۙ اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ اِنَّا کُنَّا مُنْذِرِیْنَ ۝ فِیْھَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ ۝ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا کُنَّا مُرْسِلِیْنَ ۚ رَحْمَۃً مِّنْ رَّبِّکَ ؕ اِنَّہٗ ھُوَالسَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۙ

(سورۃ الدّخان: 2 - 7)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ نے اس لیلۃ القدر کی نہایت درجہ کی شان بلند کی ہے۔ جیسا کہ اس کے حق میں یہ آیت کریمہ ہے کہ فِیْھَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ ۝ یعنی اس لیلۃ القدر کے زمانے میں جو قیامت تک ممتد ہے ہر ایک حکمت اور معرفت کی باتیں دُنیا میں شائع کر دی جائیں گی۔ اور انواع واقسام کے علوم غریبہ اور فنون نادرہ وصنعات عجیبہ صفحہء عالم میں پھیلا دیئے جائیں گے۔'' نئی نئی ترقیات جو ہوں گی اور علم ہوں گے، نئی نئی صنعتیں پیدا ہوں گی، نئی نئی چیزیں پیدا ہوں گی۔ یہ سب اس زمانے میں پھیلا دیئے جائیں گے۔'' اور انسانی قویٰ میں ان کی موافق استعدادوں اور مختلف قسم کے امکان بسطت علم اور عقل کے جو کچھ لیاقتیں مخفی ہیں یا جہاں تک وہ ترقی کر سکتے ہیں سب کچھ بمنصہء ظہور لا یا جائے گا۔'' تو جہاں تک انسانی قوتیں ہیں فرمایا ہر ایک مخفی چیزیں ظاہر ہو جائیں گی۔ پھر فرماتے ہیں'' ۔۔۔۔ اور در حقیقت اسی آیت کو سورۃ الزلزال میں مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ سورۃ الزلزال سے پہلے سورۃ القدر نازل کر کے یہ ظاہر فرمایا گیا ہے کہ سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ خدا تعالیٰ کا کلام لیلۃ القدر میں ہی نازل ہوتا ہے اور اس کا نبی لیلۃ القدر میں ہی اس دنیا میں نزول فرماتا ہے۔ اور لیلۃ القدر میں ہی وہ فرشتے اترتے ہیں جن کے ذریعہ سے دنیا میں نیکی کی طرف تحریکیں پیدا ہوتی ہیں اور وہ ضلالت کی پر ظلمت رات سے شروع کر کے طلوع صبح صداقت تک اس کام میں لگے رہتے ہیں کہ مستعد دلوں کو سچائی کی طرف کھینچتے رہیں۔''

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 159-160)

اس میں رَبِّ علیم کی طرف سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ لیلۃ القدر میں جو ہر اہم کام تقسیم کیا جاتا ہے وہ خدائے عزّ وجلّ کی عظیم الشان کتاب قرآن مجید میں لکھا ہوا موجود ہے کیونکہ یہ (قرآن مجید) مکمل طور پر لیلۃ القدر میں نازل ہوا ہے پس اس کے اترنے کی وجہ سے ربِّ علیم کے اِذن سے یہ رات بابرکت ہوگئی۔ پس ہر عجیب بات جو اس رات میں ظاہر ہوئی ہے وہ دراصل قرآن کریم کے نزول کی برکت ہے۔ پس قرآن کریم ان صفات کا زیادہ حقدار ہے کیونکہ وہ ان برکات کا سرچشمہ ہے اور اس رات کو بھی صرف اس کی وجہ سے ربِّ کائنات نے برکت دی ہے۔ اسی لئے قرآن کریم اپنے آپ کو ان اوصاف سے متصف قرار دیتا ہے جو لیلۃ القدر میں پائے جاتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ رات ہلال کی مانند ہے اور قرآن کریم بدر کی مانند۔ اور یہ مسلمانوں کیلئے شکر اور فخر کا مقام ہے۔

(سرّ الخلافہ صفحہ 43 حاشیہ)

۔۔۔۔احادیث مبارکہ۔۔۔۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَصْدَقُ کَلِمَةٍ قَالَهَاشَاعِرٌ کَلِمَةُ لَبِیْدٍ اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَاخَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ۔

(مسلم کتاب الشعر)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: مشہور شاعر لبید نے جو بات کہی، اس سے زیادہ سچی بات کسی اور شاعر نے نہیں کہی۔ یعنی اس نے یہ بڑی سچی بات کہی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز بے کار اور بے سود ہے ایک وہی سود وزیاں کا مالک ہے۔

☆=......=......=......=......=......=......=......=......=......=☆

عَنْ تَمِیْمِ بْنِ اَوْسٍ الدَّارِیِّ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ قُلْنَا لِمَنْ؟ قَالَ: لِلّٰهِ وَلِکِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِهِمْ۔

(مسلم کتاب الایمان بیان انه لا یدخل الجنة الاالمومنون)

حضرت تمیم داریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا دین سراسر خیر خواہی اور خلوص کا نام ہے۔ ہم نے عرض کیا۔ کس کی خیر خواہی؟ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی خیر خواہی اور اس کی کتاب اور اسکے رسول کی اور مسلمانوں کے آئمہ اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی اور ان سے خلوص کا تعلق رکھنا۔

☆=......=......=......=......=......=......=......=......=......=☆

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِمَنْ یَّحْرُمُ عَلَی النَّارِ۔ اَوْبِمَنْ تَحْرُمُ عَلَیْهِ النَّارُ؟ تَحْرُمُ عَلٰی کُلِّ قَرِیْبٍ هَیِّنٍ لَیِّنٍ سَهْلٍ۔

(ترمذی صفة القیامة)

حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو بتاؤں کہ آگ کس پر حرام ہے؟ وہ حرام ہے ہر اس شخص پر جو لوگوں کے قریب رہتا ہے۔ یعنی نفرت نہیں کرتا' ان سے نرم سلوک کرتا ہے۔ ان کیلئے آسانی مہیا کرتا ہے اور سہولت پسند ہے۔

☆=......=......=......=......=......=......=......=......=......=☆

فرمودات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

بعض راتیں ایسی ہوتی ہیں کہ خدا تعالیٰ اُن میں دعائیں قبول کرتا ہے

جب آسمان سے مقرر ہو کر ایک نبی یا رسول آتا ہے تو اس نبی کی برکت سے عام طور پر ایک نور حسبِ مراتب استعدادات آسمان سے نازل ہوتا ہے اور انتشارِ روحانیت ظہور میں آتا ہے تب ہر ایک شخص خوابوں کے دیکھنے میں ترقی کرتا ہے اور الہام کی استعداد رکھنے والے الہام پاتے ہیں اور رُوحانی امور میں عقلیں بھی تیز ہو جاتی ہیں کیونکہ جیسا کہ جب بارش ہوتی ہے ہر ایک زمین کچھ نہ کچھ اس سے حصہ لیتی ہے ایسا ہی اس وقت ہوتا ہے جب رسول کے بھیجنے سے بہار کا زمانہ آتا ہے تب ان ساری برکتوں کا موجب دراصل وہ رسول ہوتا ہے اور جس قدر لوگوں کو خوابیں یا الہام ہوتے ہیں دراصل ان کے کھلنے کا دروازہ وہ رسول ہوتا ہے کیونکہ اس کے ساتھ دُنیا میں ایک تبدیلی واقع ہوتی ہے اور آسمان سے عام طور پر ایک روشنی اُترتی ہے جس سے ہر ایک شخص حسبِ استعداد حصہ لیتا ہے وہی روشنی خواب اور الہام کا موجب ہو جاتی ہے اور نادان خیال کرتا ہے کہ میرے ہُنر سے ایسا ہوا ہے مگر وہ چشمہ الہام اور خواب اور الہام کا صرف اس نبی کی برکت سے دُنیا پر کھولا جاتا ہے اور اس کا زمانہ ایک لیلۃ القدر کا زمانہ ہوتا ہے جس میں فرشتے اُترتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَةُ وَالرُّوْحُ فِیْھَا بِاِذْنِ رَبِّھِمْ مِنْ کُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ جب سے خدا نے دُنیا پیدا کی ہے یہ قانونِ قدرت ہے۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ 67حاشیہ)

ہم لیلۃ القدر کے دونوں معنوں کو مانتے ہیں ایک وہ جو عرفِ عام میں ہیں کہ بعض راتیں ایسی ہوتی ہیں کہ خدا تعالیٰ اُن میں دعائیں قبول کرتا ہے اور ایک اس سے مراد تاریکی کے زمانہ کی ہے جس میں عام ظلمت پھیل جاتی ہے حقیقی دین کا نام و نشان نہیں رہتا۔ اس میں جو کچھ خدا تعالیٰ کے سچے متلاشی ہوتے ہیں اور اس کی اطاعت کرتے ہیں وہ بڑے قابلِ قدر ہوتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک بادشاہ ہو اور اس کا ایک بڑا لشکر ہو دشمن کے مقابلہ کے وقت سب بھاگ جاوے اور صرف ایک یا دو آدمی رہ جاویں اور انہی کے ذریعہ سے اسے فتح حاصل ہو تو اَب دیکھ لو کہ ان ایک یا دو کی بادشاہ کی نظر میں کیا قدر ہو گی۔ پس اس وقت جبکہ ہر طرف دہریّت پھیلی ہوئی ہے کوئی تو قول سے اور کوئی عمل سے خدا تعالیٰ کا انکار کر رہا ہے ایسے وقت میں جو خدا تعالیٰ کا حقیقی پرستار ہو گا وہ بڑا قابل قدر ہو گا۔

(تفسیر القرآن بیان فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد چہارم صفحہ 672)

☆=……=……=……=……=……=……=……=……=……=……=……=……=……=……=……=……=……=☆

....کلام امام الزمان....

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

میں نے روتے روتے سجدہ گاہ بھی تر کردیا
پر نہیں ان خشک دل لوگوں کو خوفِ کردگار

اک کرشمہ سے دکھا اپنی وہ عظمت اے قدیر
جس سے دیکھے تیرے چہرے کو ہراک غفلت شعار

تیری طاقت سے جو منکر ہیں انہیں اب کچھ دکھا
پھر بدل دے گلشن و گلزار سے یہ دشتِ خار

زور سے جھٹکے اگر کھاوے زمیں کچھ غم نہیں
پر کسی ڈھب سے تزلزل سے ہو مِلّت رستگار

دین و تقویٰ گُم ہوا جاتا ہے یا ربّ رحم کر
بے بسی سے ہم پڑے ہیں کیا کریں کیا اختیار

میرے آنسو اس غمِ دل سوز سے تھمتے نہیں
دیں کا گھر ویراں ہے اور دُنیا کے ہیں عالی منار

دیں تو اِک ناچیز ہے دُنیا ہے جو کچھ چیز ہے
آنکھ میں اُن کی جو رکھتے ہیں زروعزّ ووَقار

جس طرف دیکھیں وہیں اِک دہریّت کا جوش ہے
دِیں سے ٹھٹھا اور نمازوں روزوں سے رکھتے ہیں عار

جاہ و دولت سے یہ زہریلی ہوا پیدا ہوئی
موجبِ نخوت ہوئی رفعت کہ تھی اک زہرمار

ہے بلندی شانِ ایزد گر بشر ہووے بلند
فخر کی کچھ جا نہیں وہ ہے متاعِ مُستعار

ایسے مغروروں کی کثرت نے کیا دیں کو تباہ
ہے یہی غم میرے دل میں جس سے ہوں مَیں دلفگار

اے میرے پیارے مجھے اس سیلِ غم سے کر رہا
ورنہ ہو جائے گی جاں اس درد سے تجھ پر نثار

خطبہ جمعہ

اس مہینہ میں ایسی نمازیں ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جس سے حقیقت میں تزکیۂ نفس ہو

روزہ ایسی عبادت ہے جس میں انسان بہت سی جائز باتوں کو وقتی طور پر خدا کی خاطر ترک کرتا ہے۔ رمضان کے روزے رکھو تا کہ اپنے روحانی معیار کو بڑھا سکو

جہاں ہم رمضان کے روزے رکھ رہے ہوں، جہاں ہم عبادتوں کو، فرض نمازوں اور نوافل کو پہلے سے بڑھ کر توجہ اور خوبصورت انداز سے ادا کرنے کی کوشش کر رہے ہوں وہاں قرآن کریم کی تلاوت، ترجمہ اور اس کے مطالب پر غور کرنے کی بھی کوشش کرنی چاہئے

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 21 ستمبر 2007ء بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ
مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۭ
إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۭ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ
الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ
غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○

أَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ؗ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○

(سورۃ البقرہ آیات 185-186)

ان آیات کا ترجمہ ہے کہ گنتی کے چند ایام ہیں پس جو بھی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اتنی مدت کے روزے دوسرے ایام میں پورے کرے۔ جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ پس جو کوئی بھی نفلی نیکی کرے تو یہ اس کے لئے بہت اچھا ہے اور تمہارا روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے، اگر تم علم رکھتے ہو۔ رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے اس مہینے کو دیکھے تو اس کے روزے رکھے اور جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو گنتی پوری کرنا دوسرے ایام میں ہوگا۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا، اور

چاہتا ہے کہ تم سہولت سے گنتی کو پورا کرو اس ہدایت کی بنا پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جو اس نے تمہیں عطا کی اور تا کہ تم شکر کرو۔

گزشتہ خطبہ میں رمضان میں روزوں کی فرضیت کا ذکر کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے روزے فرض قرار دیئے ہیں جو ایک مجاہدہ ہے اور مجاہدہ ہی ہے جس سے تقویٰ میں ترقی ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اگلی آیات میں جو مَیں نے تلاوت کی ہیں اس کی تفصیلات بھی بیان کی ہیں۔ یہ گنتی کے چند دن جو تمہاری تربیت کے لئے، تمہیں مجاہد بنانے کے لئے رکھے گئے ہیں تمہارے لئے اس لئے فرض کئے گئے ہیں کہ انسان کی زندگی کا جو مقصد ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا عابد بننا، اس مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر ظلم نہیں کرتا گو کہ روزہ ہر مسلمان پر فرض ہے اور یہ ایک مجاہدہ بھی ہے بعض دفعہ تکلیف بھی اٹھانی پڑتی ہے لیکن ظلم نہیں ہے کہ روزہ تقویٰ کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔ لیکن جو طاقت رکھتے ہیں ان کے لئے اور اگر عارضی طور پر بعض مجبوریوں کی وجہ سے تم روزہ نہیں رکھ سکتے مثلاً کوئی ہنگامی سفر آ گیا ہے، کوئی ایسی بیماری ہے جس کی وجہ سے روزے رکھنا مشکل ہے تو فرمایا فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ۔ پھر دوسرے دنوں میں یہ تعداد پوری کرو۔ پس کسی کو یہ خیال نہیں ہونا چاہئے کہ مَیں بیمار ہو گیا ہوں یا سفر آ گیا ہے تو اس رعایت کی وجہ سے کہ ان دنوں میں روزے نہ رکھو ایسی حالت میں روزے معاف ہو گئے ہیں۔ نہیں، اگر ایمان میں ترقی چاہتے ہو، اگر اللہ تعالیٰ کا تقویٰ دل میں ہے، اگر اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہو تو جب صحت ہو جائے یا جو روزے ہنگامی سفر کی وجہ سے ضائع ہوئے ہیں، چھوڑے گئے ہیں، انہیں رمضان کے بعد پورا کرنا ضروری ہے اور یہی ایک متقی کی نشانی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے جو سہولت دی ہے اس سہولت سے فائدہ کا جواز اس وقت تک ہے جب تک وہ حالت قائم ہے جس کی وجہ سے سہولت ملی ہے۔ لیکن یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ بیماری بھی ایسی ہو، حقیقی تکلیف دہ بیماری ہو جس کی وجہ سے روزہ رکھنا مشکل ہو، بہانے نہ ہوں۔ جس طرح جن لوگوں کا کام ہی سفر ہے مثلاً ڈرائیور ہے یا کاروبار کے لئے یا ملازمت کی وجہ سے دوسری جگہ جانا پڑتا ہے لمبا سفر کرنا پڑتا ہے، تو ان کے لئے سفر نہیں ہے۔ یہ مَیں اس لئے کھول کر بتا رہا ہوں کہ ایک طبقے میں خاص طور پر جن ملکوں میں موسم کی شدت ہوتی ہے بلا وجہ روزے نہ رکھنے کا جواز تلاش کیا جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے روحانی اور اخلاقی کمزوریوں سے بچانے کا ان دنوں میں ہمیں موقع عطا فرمایا ہے اس لئے اس سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے حقیقی بندوں کا، اُن بندوں کا جو اس کی رضا کے راستے تلاش کرتے ہیں، خود ہی خیال رہتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی مریض اور مسافر کو سہولت دے دی ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ جو روزے کی طاقت نہ رکھتے ہوں ان کے لئے فدیہ ہے، پھر وہ ایک مسکین کو روزہ رکھوائے۔ لیکن جو بعد میں روزے پورے کر سکتے ہیں وہ بھی اگر فدیہ دیں تو ٹھیک ہے، ایک نفل ہے، تمہارے لئے بہتر ہے۔ لیکن جب وہ حالت دوبارہ قائم ہو جائے، صحت بحال ہو جائے یا جو وجہ تھی وہ دور ہو جائے تو پھر رمضان کے بعد روزے رکھنا ضروری ہے باوجود اس کے کہ تم نے فدیہ دیا ہے، یہی چیز ثواب کا باعث بنے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ''وہ لوگ ہیں جن کو کبھی امید نہیں کہ پھر روزہ رکھنے کا موقع مل سکے''۔ دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں، ایک وہ بیمار جن کی عارضی بیماری ہے دور ہو گئی۔ ایک وہ بیمار جن کی بیماری مستقل ہے اور بعد میں ان کو روزہ رکھنے کا موقع نہیں مل سکتا۔ تو فرمایا کہ ''جن کو کبھی امید نہیں کہ روزہ رکھنے کا موقع مل سکے، مثلاً ایک نہایت بوڑھا ضعیف انسان یا ایک کمزور حاملہ عورت جو دیکھتی ہے کہ بعد وضع حمل بسبب بچے کو دودھ پلانے کے وہ پھر معذور ہو جائے گی اور سال بھر اسی طرح گزر جائے گا ایسے اشخاص کے واسطے جائز ہو سکتا ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں کیونکہ وہ روزہ رکھ ہی نہیں سکتے اور فدیہ دیں باقی اَور کسی کے واسطے جائز نہیں کہ صرف فدیہ دے کر روزہ کے رکھنے سے معذور سمجھا جا سکے''۔

(بدر جلد6 نمبر43 مورخہ 24/اکتوبر 1907ء صفحہ3)

پس یہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ 'صرف فدیہ دے کر'، اس کا مطلب یہ ہے کہ عام حالات میں، چھوٹی یا عارضی بیماری میں بھی فدیہ دیا جا سکتا ہے اور یہ ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نفل کے طور پر تمہارے لئے بہتر ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے روزہ فرض کیا ہے لیکن اسلام کیونکہ دین فطرت ہے اس لئے یہ سختی نہیں کہ کیونکہ تم نے روزہ نہیں رکھا اس لئے تمہارے اندر تقویٰ پیدا نہیں ہو سکتا، تم اللہ تعالیٰ کی رضا کبھی حاصل نہیں کر سکتے۔ فطری مجبوریوں سے فائدہ تو اٹھاؤ لیکن تقویٰ بھی مدنظر ہو کہ ایسی حالت ہے جس میں روزہ ایک مشکل امر ہے تو اس لئے روزہ چھوڑا جا رہا ہے، نہ کہ بہانے بنا کر۔ پھر اس کا مداوا اس طرح کرو کہ ایک مسکین کو روزہ رکھواؤ۔ یہ نہیں کہ بہانے بناتے ہوئے کہہ دو کہ مَیں روزہ رکھنے کی ہمت نہیں رکھتا، پیسے میرے پاس کافی موجود ہیں، کشائش ہے، غریب کو روزہ رکھوا دیتا ہوں۔ ثواب بھی مل گیا اور روزے سے جان بھی چھوٹ گئی۔ نہ یہ تقویٰ ہے اور نہ اس سے خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر نیک نیتی سے ادا نہ کی گئی نمازوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نمازیوں کے منہ پر ماری جاتی ہیں تو جو فدیہ نیک نیتی سے نہ دیا گیا یا بدنیتی

سے دیا گیا ہوگا، یہ بھی منہ پر مارا جانے والا ہوگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ”فدیہ تو......اس جیسوں کے واسطے ہوسکتا ہے جو روزہ کی طاقت کبھی بھی نہیں رکھتے۔ ورنہ عوام کے واسطے جو صحت پا کر روزہ رکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں صرف فدیہ کا خیال کرنا اباحت کا دروازہ کھول دینا ہے“ یعنی ایسے خود ہی ایسے راستے کھول دیں گے جہاں جائز ناجائز کی وضاحتیں شروع ہو جائیں گی، تشریحیں شروع ہو جائیں گی، فرمایا کہ ”جس دین میں مجاہدات نہ ہوں وہ دین ہمارے نزدیک کچھ نہیں۔ اس طرح سے خدا تعالیٰ کے بوجھوں کو سر پر سے ٹالنا سخت گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو میری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ان کو ہی ہدایت دی جاوے گی“۔

(بدر جلد 6 نمبر 43 مورخہ 24/ اکتوبر 1907ء صفحہ 3)

پس جب انسان بہانوں سے نرمی اور سہولت کے راستے تلاش کرتا ہے تو دین سے ہٹتا چلا جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے کہ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ۔ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ پس جو شخص دلی خوشی سے اور فرمانبرداری کرتے ہوئے کوئی نیک کام کرے گا تو یہ اس کے لئے بہتر ہوگا اور اگر تم علم رکھتے ہو تو تم سمجھ سکتے ہو کہ تمہارا روزے رکھنا، تمہارے لئے بہتر ہے۔

ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ علاوہ روحانی ترقی کے روزہ تمہاری جسمانی صحت کے لئے بھی ضروری ہے اور آجکل کی سائنس اور ڈاکٹرز بھی یہ ہی کہتے ہیں۔

پس ہر مسلمان کا فرض ہے کہ ہمیشہ پہلے اس حکم کو ذہن میں رکھے کہ تقویٰ کے لئے روزہ کی فرضیت کی گئی ہے اور تقویٰ کے لئے مجاہدہ ضروری ہے۔ خدا کی رضا کے حصول کے لئے اس کی راہ میں قربانی ضروری ہے۔ ہاں یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسان ہے کہ اس نے ہماری حالتوں اور ہماری مجبوریوں کو دیکھتے ہوئے جو سہولتیں ہمیں مہیا فرمائی ہیں ان سے اس حد تک فائدہ اٹھائیں جو جائز ہے اور اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑنے والے نہ بنیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

”وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آ گیا اور مَیں اس کا منتظر تھا کہ آوے اور روزہ رکھوں اور پھر وہ بوجہ بیماری کے روزہ نہیں رکھ سکا تو وہ آسمان پر روزے سے محروم نہیں ہے۔ اس دنیا میں بہت لوگ بہانہ جُو ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جس طرح اہل دنیا کو دھوکا دے لیتے ہیں ویسے ہی خدا کو فریب دیتے ہیں۔ بہانہ جُو اپنے وجود سے آپ مسئلہ تراش کرتے ہیں اور تکلفات شامل کر کے ان مسائل کو صحیح گردانتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ صحیح نہیں۔ تکلفات کا باب بہت وسیع ہے۔ اگر انسان چاہے تو اس (تکلّف) کی رو سے ساری عمر بیٹھ کر نماز پڑھتا رہے اور رمضان کے روزے بالکل نہ رکھے۔ مگر خدا اس کی نیت اور ارادہ کو جانتا ہے جو صدق اور اخلاص رکھتا ہے۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کے دل میں درد ہے اور خدا تعالیٰ اسے ثواب سے زیادہ بھی دیتا ہے کیونکہ دردِ دل ایک قابل قدر شے ہے۔ حیلہ جُو انسان تاویلوں پر تکیہ کرتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ تکیہ کوئی شے نہیں“۔ فرمایا کہ ”جب مَیں نے چھ ماہ روزے رکھے تھے تو ایک دفعہ ایک طائفہ انبیاء کا مجھے (کشف میں) ملا اور انہوں نے کہا کہ تُو نے کیوں اپنے نفس کو اس قدر مشقت میں ڈالا ہوا ہے، اس سے باہر نکل“۔ فرماتے ہیں کہ ”اسی طرح جب انسان اپنے آپ کو خدا کے واسطے مشقت میں ڈالتا ہے تو وہ خود ماں باپ کی طرح رحم کر کے اسے کہتا ہے کہ تُو کیوں مشقت میں پڑا ہوا ہے“۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 564 جدید ایڈیشن)

تو یہ ہے اصل روح جس کے تحت روزہ رکھنا چاہئے۔ اور ہر مومن کو، ہر احمدی کو یہ روح اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ یہ جذبہ اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ بہانہ جُوئیوں سے ہمیشہ بچنا چاہئے۔ اللہ کرے کہ ہم سب اس تعلیم اور اس روح کو سمجھنے والے ہوں۔ اس عظیم ہدایت سے فیض پانے والے ہوں جو قرآن کریم کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے اتاری ہے، جس میں ایسی باتیں ہیں جو بغیر کسی مقصد کے بیان نہیں کی گئیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہر حکم بڑا بامقصد ہے، ہمارے فائدہ کے لئے ہے بلکہ اس نے ان تمام باتوں کا احاطہ کیا ہوا ہے جو روحانی اور اخلاقی قدریں بڑھانے والی ہیں۔ قرآن کریم میں ایسی باتیں بھی بیان ہوئی ہیں جن کا دنیاوی علوم سے بھی واسطہ ہے۔ ان کے لئے بھی یہ تعلیم ہر قسم کے دلائل اور براہین اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

قرآن کریم جہاں سابقہ دینوں پر اپنی برتری ثابت کرتا ہے وہاں اس کے علوم و معرفت کے خزانے موجودہ اور آئندہ علوم کا بھی احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ کونسا علم ایسا ہے جو اس میں بیان نہ ہوا ہو۔ وہ علوم جن کے متعلق چودہ سو سال پہلے ایک عام مسلمان کو، قرآن کریم پڑھنے والے کو کوئی فہم و ادراک نہیں تھا، وہ اس میں بیان ہوئے ہوئے ہیں جو آج سچ ثابت ہو رہے ہیں۔ تو یہ مختلف خزانے جو قرآن کریم میں بھرے ہوئے ہیں، یہ احکامات جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیئے ہوئے ہیں، یہ ایک علیحدہ مضمون ہے اس وقت یہاں ان کا ذکر نہیں ہوگا۔ اس وقت رمضان کے حوالے سے مَیں بات کر رہا ہوں۔

جس آیت کا مَیں نے ابھی ذکر کیا ہے اس

سے اگلی آیت بھی جو مَیں نے تلاوت کی ہے، اس میں بھی خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ یعنی رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں اور جس کے بارے میں قرآن اتارا گیا ہے۔ پس یہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن کے نزول کا آغاز ہوا۔ محدثین تاریخوں کے اختلاف کے ساتھ عموماً قرآن کریم کے نزول کو رمضان کے مہینے میں بتاتے ہیں کہ اس کا آغاز رمضان میں ہوا جس میں آنحضرت ﷺ پر پہلی وحی اتری اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ (سورۃ العلق: 2) یعنی اپنے ربّ کا نام لے کر پڑھ جس نے پیدا کیا ہے۔ پس اس پہلی وحی سے جو اتری اس سے اس طرف توجہ دلا دی کہ تمام کائنات اور ہر چیز کو پیدا کرنے والا خدا تعالیٰ ہے۔ اس لئے وہی حقدار ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ اس سورۃ کو یعنی سورۃ العلق کو اس بات پر ختم کیا گیا ہے کہ اللہ کا قرب پانے کے لئے اس کے حضور سجدہ اور عبادت ہی ایک ذریعہ ہے۔

پس قرآن کریم کا اس مہینے میں نزول سب سے پہلی توجہ اس طرف دلاتا ہے کہ اس شکرانے کے طور پر کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم نازل فرمایا جس کی تعلیم پر عمل کر کے ایک مومن اس کا قرب پانے والا بن سکتا ہے، ہمیں حکم دیا کہ تم عبادتوں کی طرف توجہ دو اور عبادات میں نکھار پیدا کرنے کے لئے، تزکیہ نفس کے لئے، ایک عبادت جو خدا تعالیٰ نے ہمیں بتائی وہ رمضان کے روزے ہیں۔ یہ ایک ایسا مجاہدہ ہے، یہ ایک ایسی عبادت ہے جس کی جزا بھی خدا تعالیٰ نے خود اپنے آپ کو بتایا ہے۔ پس تبھی بار بار ان چند آیات میں روزوں کی تفصیلات اور احکامات دیئے ہیں کہ ایک مومن ان کی اہمیت کو سمجھنے میں کوتاہی نہ کرے۔ پہلی آیت میں بھی فرمایا کہ روزوں کی طاقت اگر کسی وجہ سے نہ ہو تو دوسرے دنوں میں پورے کرلو، لیکن روزے فرض ہیں۔ اس سے پہلے فرمایا تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں اس میں پھر قرآن کے نزول کا ذکر کر کے فرمایا اور یہ کہ قرآن تمہارے لئے ہدایت کا باعث ہے۔ اس کا ذکر کر کے پھر اس طرف توجہ دلائی کہ روزے فرض ہیں۔ کسی وجہ سے نہ رکھ سکو تو بعد میں پورے کرلو۔ پس روزوں کی اتنی اہمیت ہے کہ اس کا بار بار ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ یہ عبادت ایسی ہے جو اصلاح عمل کا ذریعہ بھی بنتی ہے۔ اس سے اعمال کی اصلاح بھی ہوتی ہے، بہت سی برائیوں سے انسان خدا کی خاطر بچتا ہے، بہت سی جائز باتوں کو وقتی طور پر خدا کی خاطر ترک کرتا ہے۔ تبھی تو اللہ تعالیٰ نے خود اس کی جزا اپنے آپ کو قرار دیا ہے اور یہ سب باتیں یعنی عبادت کی تفصیلات بھی اور نیک اعمال کی تفصیلات بھی اور برے اعمال کی تفصیل بھی، یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرما دی ہیں اور یہ فرما کر کہ شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ فرمایا کہ یہ قرآن جو ہم نے رمضان میں اتارا ہے یا رمضان کی بابت اتارا ہے یہ ایک عظیم کتاب ہے، ھُدًی لِّلنَّاسِ ہے، تمام انسانوں کے لئے ہدایت اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ ہر زمانے کے انسان کے لئے ہدایت ہے۔ اب کسی نئی شریعت کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں شریعت مکمل ہوگئی بشرطیکہ کوئی اس ہدایت کو لینے والا بنے، اس سے فائدہ اٹھانے والا بنے۔ ورنہ جو ظلم پر تلے ہوئے ہیں، جو اپنی جان پر ظلم کرنا چاہتے ہیں، دین کو تو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے، اپنی جان پر ہی ظلم کر رہے ہیں۔ وہ قرآن کو سن کر بھی خسارے میں رہتے ہیں۔ لیکن جو بھی نیک نیتی سے یہ ہدایت حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے لئے ہدایت ہے اور ہدایت بھی ایسی کہ فرمایا وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ یعنی یہ ایسی ہدایت ہے کہ جس میں حق و باطل میں فرق کرنے کے لئے دلائل بھی ہیں اور کھلے نشانات بھی ہیں۔ پس بدقسمت ہے وہ جو دلائل اور نشانات کو دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے لیکن خوش قسمت ہیں ہم جو اس کتاب کو ماننے والے ہیں جو تمام دنیا کے انسانوں کے لئے ہدایت ہے اور ہدایت کا صرف دعویٰ نہیں بلکہ قرآن کریم نے ہمیں ہر ہدایت پر عمل کرنے کی جو نصیحت کی ہے، جب حکم دیا ہے تو اس کی دلیل بھی دی ہے کہ جب عمل کرو گے تو اس کے فوائد کیا ہوں گے۔ اگر عمل نہیں کرتے تو اس کے نقصانات کیا ہیں۔ اگر تم برائیاں کر رہے ہو تو ان کے کیا نقصانات ہیں۔ پھر یہ بھی ہماری خوش قسمتی ہے جو ہم اس قرآن کو مانتے ہیں کہ قرآن اپنے حق پر ہونے کی دلیل بھی پیش کرتا ہے۔ اپنے آخری اور کامل دین ہونے کی دلیل بھی پیش کرتا ہے۔ شرعی کتاب ہونے کی دلیل بھی پیش کرتا ہے اور باطل کو صرف باطل کہہ کر ردّ نہیں کرتا بلکہ تمام ادیان باطلہ کے باطل ہونے کے دلائل بھی دیتا ہے۔ پس فرمایا کہ جب ایسی کتاب تمہیں مل جائے تو اللہ تعالیٰ کا عبد بننے کے لئے تمہیں اپنی کوشش زیادہ کرنی چاہئے، عبد بننے کے معیار بڑھانے کے لئے تمہیں ان ہدایات پر عمل کرنا چاہئے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دی ہیں اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ رمضان کے روزے رکھو تا کہ اپنے روحانی معیار کو بڑھا سکو۔ اور جب ان روزوں کی وجہ سے روحانی معیار بڑھیں، اللہ کا قرب حاصل ہو تو اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو، اس نے ہم پر جو احسان کیا ہے کہ ہمیں اس گروہ میں شامل کیا جو اس کی رضا کے حصول کی کوشش کرنے والے ہیں۔ ہمیں ان لوگوں میں شامل فرمایا جنہوں نے اس قرآن کو تخفیف کی نظر سے نہیں دیکھا، اس کے حکموں پر سے اندھے اور بہرے ہو کر نہیں گزر گئے بلکہ اس کی تعلیم پر عمل کرنے کی کوشش کرنے والے بنے۔ اس بات پر شکر کرتے ہوئے جب ہم قرآن کریم کے احکامات پر عمل کرنے والے ہوں گے، اس ہدایت سے فیض یاب ہونے والے ہوں گے جو قرآن

کریم میں اللہ تعالیٰ نے اتاری ہیں، رمضان کے روزوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق پورا کرنے والے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق ہمیں اور زیادہ نیکیوں کی توفیق دے گا۔ ہمیں روزوں کی وہ جزا دے گا جس کی کوئی حد نہیں ہے۔

پس رمضان کے مہینے کو اس لحاظ سے بھی پیش نظر رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف قرآن کریم ایک کامل اور مکمل ہدایت کے ساتھ ہم پر اتارا جس سے ہم اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے والے بنے۔ بلکہ ہر سال اس بات کی یاد کروا کر کہ یہ ہدایت تمہارے لئے اس ماہ میں اتاری ہے یا جس کا نزول اس ماہ میں شروع ہوا تھا، ہمیں اس طرف توجہ دلائی کہ جہاں شکرگزاری کے طور پر اپنی عبادتوں کے اعلیٰ معیار اس مہینے میں قائم کرو، روزے رکھو جو ایک مجاہدہ بھی ہے، وہاں اخلاقی قدروں کو بھی بلند کرنے والے بنو۔ ان تمام احکامات پر بھی عمل کرنے والے بنو تا کہ نفس کے شر سے دور ہوتے چلے جاؤ اور خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے رہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰن سے ''ماہ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ صوفیاء نے لکھا ہے کہ یہ ماہ تنویر قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے، کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں۔ صلوٰۃ تزکیہ نفس کرتی ہے اور صوم تجلی قلب کرتا ہے۔ تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جائے'' دُوری حاصل ہو جائے'' اور تجلی قلب سے مراد یہ ہے کہ کشف کا دروازہ اس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لیوے۔

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ سورۃ البقرہ۔ صفحہ 264)

پس یہ جو ماحول اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان دنوں میں مہیا فرمایا ہے اس سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی ہمیں کوشش کرنی چاہئے۔ اس مہینے میں ایسی نمازیں ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جس سے حقیقت میں تزکیہ نفس ہو۔ ہر نماز کے ساتھ اگر نفس کا محاسبہ ہو تو پھر ہی تزکیہ نفس کی طرف قدم بڑھیں گے۔ ہر نماز خالصۃً اللہ تعالیٰ کے احکامات کے تابع ہو کر غیر اللہ سے آزاد ہو کر ادا کرنے کی کوشش ہوگی تو تبھی تزکیہ نفس میں مدد ہوگی، ہر نماز اس سوچ سے ادا ہو رہی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں اور وہ مجھے دیکھ رہا ہے تو تزکیہ نفس میں قدم تیزی سے آگے بڑھیں گے۔ تزکیہ نفس یہ انہی لوگوں کا کرے گا جو غیب میں بھی اپنے خدا سے ڈرتے ہوں اور اس سوچ اور دعا کے ساتھ اس کے حضور حاضر ہوں کہ اے اللہ! اس رمضان میں جو تُو نے مجھے داخل ہونے کا موقع دیا ہے تو تُو اس کی برکات سے مستفید فرما اور مجھے میری نمازیں اپنی رضا حاصل کرنے کے لئے اور میرے نفس کی غلاظتوں کو مجھ سے دور کرنے والی بنا کر ادا کرنے کی توفیق دے۔

رمضان کا جو ماحول ہے اور اس میں جو نمازوں کی خوبصورت ادائیگی ہوگی یہی ہے جو تزکیہ نفس کرنے والی ہوگی۔ یہ نفس امّارہ جو شیطان کے قبضہ میں ہے ہر انسان کو برائیوں کی ترغیب دیتا ہے، اس سے انسان روزوں میں زیادہ سے زیادہ اور جلد سے جلد دُور ہو سکتا ہے کیونکہ شیطان ان دنوں میں جکڑا جاتا ہے۔ پس نمازیں جو خالصتاً شیطان سے بچنے اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے ادا کی جاتی ہیں، یہ جلد انسان کو نفس لوامہ کی منزلوں سے گزارتی ہوئی نفس مطمئنہ کی منزلوں تک پہنچانے کا ذریعہ بنتی چلی جائیں گی۔ اگر ہم اس سوچ سے نمازیں ادا کر رہے ہوں گے اور جب روزوں کا مجاہدہ اس کے ساتھ شامل ہوگا جب نوافل اس میں مضبوطی پیدا کر رہے ہوں گے تو پھر ہر ایک پر اللہ تعالیٰ اپنے آپ کو اس کی استعدادوں کے مطابق ظاہر کرتا ہے۔

اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰن میں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ گو کہ نزول قرآن کی ابتدا (اس کا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے) اس میں ہوئی اور اس کے بعد سال کے دوسرے مہینوں میں بھی قرآن کریم کا نزول ہوتا رہا لیکن ہر سال رمضان میں جتنا بھی نازل شدہ قرآن تھا اس کا دَور جبریل آنحضرت ﷺ کے ساتھ آ کر کرتے تھے۔ قرآن کریم کے نازل ہونے کی رمضان کے مہینے میں یہ خاص برکت ہے یا رمضان کے مہینے کو یہ ایک خاص برکت ہے کہ سال کے دوران یا اس عرصہ میں جتنا بھی قرآن کریم نازل ہوتا تھا، اس کا دور مکمل کیا جاتا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ آپ ؐ کی زندگی کا جو آخری رمضان تھا اس میں جبریل نے یہ دَور آپ کے ساتھ دو دفعہ کیا۔ پس اس لحاظ سے بھی ہمیں توجہ کرنی چاہئے کہ اس مہینے میں جہاں ہم رمضان کے روزے رکھ رہے ہوں، جہاں ہم اپنی عبادتوں کو فرض نمازوں اور نوافل کو پہلے سے بڑھ کر توجہ اور خوبصورت انداز سے ادا کرنے کی کوشش کر رہے ہوں وہاں قرآن کریم کی تلاوت، ترجمہ اور اس کے مطالب پر غور کرنے کی کوشش بھی کرنی چاہئے۔ یہاں بھی اور دوسری جگہوں پر بھی جماعتی نظام کے تحت درس کا انتظام بھی ہے، درس سننے کی طرف بھی توجہ دینی چاہئے پھر جیسا کہ پہلے بھی مَیں کہہ چکا ہوں، قرآن کریم کے احکام کو پڑھ کر اپنے اوپر لاگو کرنے کی بھی ہمیں زیادہ سے زیادہ کوشش کرنی چاہئے۔ تبھی ہم حقیقت میں رمضان سے فیض پانے والے ہوں گے، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرتے ہوئے اس کے شکرگزار بندے کہلانے والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان کی تمام برکات سے فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆=......=......=......=☆

دُعائیں

سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ 13 راکتوبر 2006 بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن میں ماہِ رمضان میں بہت سی دعاؤں کا ورد کرنے کی تلقین فرمائی۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَ اَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِکَ فِیْ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیْنَ

(سورة النمل : 20)

اے میرے رب! مجھے توفیق بخش کہ میں تیری نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر کی اور میرے ماں باپ پر کی اور ایسے نیک اعمال بجالاؤں جو تجھے پسند ہوں اور تو مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیکوکار بندوں میں داخل کر۔

اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ

(سورة الاحقاف:16)

میرے بچوں کی بھی اصلاح فرما

رَبِّ ارْحَمْهُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا

(بنی اسرائیل: 25)

کہ اے میرے رب ان دونوں پر رحم کر جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری تربیت کی تھی۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِهِمْ وَ نَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ

(سنن ابی داوٗد کتاب الوتر باب ما یقول الرجل اذا خاف قوما)

کہ اے اللہ ہم تجھے ان کے سینوں کے مقابل پر رکھتے ہیں اور ان کے شر سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔ یعنی ہم ان کے شر سے تیری حفاظت میں آتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے کہ

یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ

(سنن ترمذی کتاب الدعوات باب فی عقد التسبیح بالید)

اے دلوں کو پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر مضبوطی سے قائم کردے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کثرت سے دعائیں کیں کہ ہم کوان میں سے کچھ بھی یاد نہ رہا۔ چنانچہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ! آپ نے بہت سی دعائیں کی ہیں مگر ہمیں تو ان دعاؤں میں سے کچھ بھی یاد نہیں رہا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم لوگوں کو ایک ایسی دُعا نہ بتادوں جو ان سب دعاؤں کی جامع ہے۔ پھر فرمایا کہ تم لوگ یہ دعا کیا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنَّانَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَأَلَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ وَ نَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ وَ اَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَ عَلَیْکَ الْبَلَاغُ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

(سنن ترمذی کتاب الدعوات با ب فی عقد التسبیح بالید)

اے اللہ! ہم تجھ سے اس خیر کے طالب ہیں جس خیر کے طالب تیرے نبی ﷺ تھے اور ہم ہر اس شر سے تیری پناہ میں آتے ہیں جس سے تیرے نبی محمد ﷺ نے تجھ سے پناہ طلب کی تھی اور اصل مددگار تُو ہی ہے اور تجھ ہی سے ہم دعائیں مانگتے ہیں اور اللہ کی مدد کے بغیر نہ تو ہم نیکی کرنے کی طاقت پاتے ہیں اور نہ ہی شیطان کے حملوں سے بچنے کی قوت۔

"رَبِّ فَرِّقْ بَیْنَ صَادِقٍ وَّ کَاذِبٍ۔
یعنی اے میرے خدا صادق اور کاذب میں فرق کر کے دکھلا۔"

(بدر جلد 2نمبر 23 مؤرخہ 7/ جون 1906ء۔ الحکم جلد 10نمبر 20مؤرخہ 10/ جون 1906ء صفحہ 1۔ حقیقۃ الوحی ۔روحانی خزائن جلد 22 صفحہ411 حاشیہ۔ تذکرہ صفحہ532ایڈیشن چہارم)

"یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ۔ اِنَّ رَبِّیْ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ۔
اے حیّ اے قیوم میں تیری رحمت سے مدد چاہتا ہوں۔ یقیناً میرا رب آسمان اور زمین کا رب ہے۔"

(الحکم جلد 3نمبر 22 مورخہ 23/جون 1899ء صفحہ8۔ تذکرہ صفحہ297ایڈیشن چہارم)

رَبِّ اَصْلِحْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ۔
اے میرے رب العزت امت محمدیہ کی اصلاح فرما۔

(براھین احمدیہ ۔روحانی خزائن جلدنمبر1صفحہ266۔تذکرہ صفحہ 37 ایڈیشن چہارم)

"رَبِّ لَا تُبْقِ لِیْ مِنَ الْمُخْزِیَاتِ ذِکْرًا۔
اے میرے رب میرے لئے رسوا کرنے والی چیزوں میں سے کوئی باقی نہ رکھ۔"

(بدر جلد 2نمبر 37 مؤرخہ 13/ ستمبر1906ء صفحہ3، الحکم جلد10نمبر31 مورخہ10/ستمبر1906ء صفحہ1۔الحکم جلد10نمبر32 مؤرخہ 17/ ستمبر 1906صفحہ 1 ۔تذکرہ صفحہ568ایڈیشن چہارم)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

"اے ہمارے رب ہمیں ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری آزمائشیں اور تکالیف دور کر دے اور ہمارے دلوں کو ہر قسم کے غم سے نجات دے دے اور ہمارے کاموں کی کفالت فرما اور اے ہمارے محبوب ہم جہاں بھی ہوں ہمارے ساتھ ہو اور ہمارے ننگوں کو ڈھانپے رکھ اور ہمارے خطرات کو امن میں تبدیل کر دے۔ ہم نے تجھی پر بھروسہ کیا ہے اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا ہے۔ دنیا و آخرت میں تو ہی ہمارا آقا ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ اے رب العالمین میری دعا قبول فرما۔"

(ترجمہ از عربی عبارت۔ تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 182)

دُعا کی اہمیت اور آداب

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کے تعلق کے لئے بہت سے سامان ہیں پھر بھی بہت سے وسوسے پیدا ہوتے ہیں۔ان وسوسوں سے بچنے کے لئے ایک ذریعہ دُعا ہے۔مثلاً تمہیں ایک خزانہ ایسا مل جاوے جس میں سے جب اور جو چیز چاہو مل جاوے...... پرانے زمانے کے قصے کہانیاں ہوتے تھے کہ فلاں دیو نے فلاں لڑکے کو ایک ایسی چیز دی جس میں سے جو چاہو نکل آتا تھا مگر یہ تو جھوٹ ہے۔ہاں ایک خزانہ ایسا ہے جس میں ہاتھ ڈالیں تو جو چاہیں مل سکتا ہے۔وہ خزانہ اللہ تعالیٰ ہے اور اس خزانہ کے حاصل کرنے کا دروازہ دُعا ہے۔دُعا کے ذریعہ سب کچھ مل سکتا ہے۔دُعا بڑا زبردست آلہ ہے اور اس کے مقابل میں ہوا اور سمندر نہیں ٹھہر سکتے۔ہم نے یہی نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص نے مجھے خط لکھا کہ مَیں چھ سال سے شادی کی کوشش کر رہا ہوں مگر ناکام ہوں آپ میرے لئے دعا کریں۔مَیں نے اس کے لئے دعا کی تو مجھے معلوم ہوا کہ قبول ہوگئی۔مَیں نے اس شخص کو خط لکھا۔اس کا جواب آیا کہ جس وقت آپ کا خط آیا اُسی وقت یہاں کا ایک رئیس میرے گھر آیا اور کہا کہ میری لڑکی جوان ہے اور مَیں اس کی شادی تمہارے ساتھ کرنا چاہتا ہوں۔

پس خدا دُعاؤں کو ایسے طور پر سنتا ہے کہ ناواقف کو یقین ہی نہیں ہوتا۔اگر ہمیں رزق کی ضرورت ہے تو خدا رازق ہے اور اگر ہمیں پردہ پوشی کی ضرورت ہے تو خدا کا نام ستّار ہے اور اگر عزت کی ضرورت ہے تو خدا کا نام مُعِزّ بھی ہے۔پس دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں کہ خدا کے ناموں میں نہ پائی جائے۔جب تمام اچھی صفتیں خدا میں پائی جاتی ہیں تو ہمیں جو چیز مطلوب ہو خدا کی اُسی صفت کا نام لے کر جس کے ماتحت چیز ہو ہمیں دُعا مانگنی چاہئے۔اب مَیں چند دُعا کے قبول ہونے کے طریق بیان کرتا ہوں۔

(1) پہلی بات یہ ہے کہ حرام مال کھانے والے کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔اس لئے ہمیشہ پاک مال کھانا چاہئے۔

(2) دوسری بات یہ ہے کہ دُعا کرنے والا توجہ سے دعا کرے اور یقین رکھے کہ خدا فضل اور رحم کرنے والا ہے۔اگر توجہ سے کرے تو ضرور قبول ہوگی۔

(3) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس طرح دُعا مانگنی ہو تو اسی نام سے مانگا کرو۔مثلاً پرورش میں کچھ نقص ہو تو دعا کرے اے ربّ مجھے پاک کر اور جب رزق مانگے تو کہے کہ اے رزاق مجھے رزق دے۔جب تم اس کے ناموں سے دعا مانگو گی تب خدا بہت دعائیں سنے گا۔

(4) دعا مانگنے والا لوگوں پر خود بھی رحم کرے تو خدا اس کی دعا کبھی ردّ نہیں کرتا کیونکہ خدا کو غیرت آجاتی ہے کہ جب یہ بندہ دوسرے کی درخواست ردّ نہیں کرتا تو مَیں بادشاہ ہو کر کیوں ردّ کروں۔

(الازھار لذوات الخمار۔ صفحہ 50-51)

وتروں کے بعد نفل

عشاء کی نماز اور وتر پڑھنے کے بعد طلوع فجر سے پہلے نوافل پڑھے جاسکتے ہیں اس میں کوئی شرعی روک نہیں۔ تاہم بہتر یہی ہے کہ نوافل وتر کی نماز سے پہلے ادا کئے جائیں اور رات کی نفل نماز کا اختتام وتر پر کیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِجْعَلُوْا آخِرَ صَلٰوتِکُمْ مِنَ اللَّیْلِ وِتْرًا

(مسلم کتاب صلوٰۃ اللیل مثنی مثنی والوتر من آخر اللیل ص 1/ 209)

کہ رات کی آخری نماز وتر ہونی چاہیئے لیکن اگر کوئی عشاء کی نماز کے ساتھ ہی وتر پڑھ لے اور پھر تہجد کے وقت اُٹھ کر نوافل پڑھے تو ضروری نہیں کہ وہ دوبارہ وتر بھی پڑھے۔ حضرت ابوبکرؓ اور کئی جلیل القدر صحابہؓ کا یہی مسلک تھا کہ وہ بعد میں دوبارہ وتر پڑھنے کو ناپسند کرتے تھے۔ ہاں حضرت ابن عمرؓ اور چند ایک دوسرے علماء کی رائے یہ ہے کہ پچھلی رات نوافل پڑھنے کے بعد دوبارہ وتر کی نماز پڑھنا مستحسن ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ پچھلی رات اُٹھ کر پہلے صرف ایک رکعت پڑھے۔ یہ رکعت رات کے پہلے حصے میں پڑھی ہوئی وتر کی ایک رکعت کے ساتھ مل کر دو رکعت نفل یعنی دوگانہ بن جائے گی اس کے بعد اور نوافل پڑھے اور پھر آخر میں دو رکعت کے ساتھ ایک مزید رکعت پڑھ کر اُسے وتر بنا لے۔

وتر پڑھنے کی تین صورتیں ہیں:

اوّل یہ کہ رات کے پہلے حصہ میں ہی وتر پڑھ لے اور پھر بعد میں تہجد کے لئے اُٹھے تو صرف نماز تہجد ہی پڑھے اور دوبارہ وتر نہ پڑھے۔

دوئم یہ کہ سو کر اُٹھنے کے بعد ایک رکعت پڑھ کر پہلے وتر کو شفع یعنی جفت بنا لے۔ پھر دو رکعت تہجد پڑھتا رہے اور آخر میں پھر ایک رکعت وتر کی پڑھ لے۔

سوئم یہ کہ وتر کی نماز سونے سے پہلے نہ پڑھے بلکہ تہجد کے بعد آخر میں پڑھے۔

جو بزرگ رات کے آخری حصہ میں دوبارہ وتر پڑھنے کو پسند نہیں کرتے اُن کے دلائل یہ ہیں:

الف: آنحضرت ﷺ نے ایسا کبھی نہیں کیا۔

ب: حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ایک رات میں دو دفعہ وتر نہ پڑھے جائیں اور صورت مذکورہ میں تو ایک طرح سے تین دفعہ وتر پڑھنے کی شکل بن جاتی ہے۔

ج: یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک رکعت تو سونے سے پہلے پڑھی جائے اور پھر درمیان میں انسان سوئے۔ پیشاب پاخانہ کرے۔ باتیں کرے، وضو کرے اور پھر ایک رکعت پڑھے اور وہ پہلے پڑھی ہوئی رکعت کا حصہ بن کر دو رکعت کی ایک نماز یعنی دوگانہ شمار ہو۔ اصولِ نماز میں ہمیں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

د: آخری نماز ہونے کا حکم عمومی ہے لازمی نہیں۔ کیونکہ خود آنحضرت ﷺ بعض اوقات وتروں کے بعد دو رکعت نفل بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔

پس ضروری نہیں کہ رات کی آخری نماز کو وتر بنانے کیلئے یہ حیلہ اختیار کیا جائے۔ تاہم اگر کوئی چاہے تو حضرت ابن عمرؓ کے مسلک کو اختیار کرتے ہوئے ایسا کرسکتا ہے۔

فرضوں کی قضاء ضروری ہوتی ہے۔ وتروں کی قضاء اس طرح ضروری تو نہیں لیکن پڑھنا اولیٰ ہے۔ طلوعِ فجر کے بعد نماز سے پہلے پہلے بھی اور سورج نکلنے کے بعد بھی جس وقت چاہے وتروں کی قضاء کرسکتا ہے۔۔۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص سو جانے کی وجہ سے وتر نہیں پڑھ سکا وہ جاگنے پر جب یاد آئے وتر پڑھ لے۔ حضرت اُبی بن کعب کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ وتر کی پہلی رکعت میں سورۃ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی پڑھتے۔ دوسری میں سورۃ الکافرون اور تیسری میں سورۃ قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ۔

(فقہ احمدیہ)

مجلسِ عرفان

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

(10-1-2003)

سائل: حضور میرا سوال ہے اگر میاں بیوی ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی برتیں تو اسلام اس بارے میں کیا فرماتا ہے؟

حضور: وہ تو پھر قضاء میں جائیں اسلام کا طریق یہ ہے کہ سب سے پہلے تو حکما من اھلہ و حکما من اھلھا میاں بیوی دونوں کے خاندانوں میں سے کوئی معقول آدمی جو خاندان کا بڑا ہو وہ دونوں کے نمائندے بن کے بیٹھیں اور لوگ آپس میں اپنے فریق سے پوچھ کے کہ کیا تکلیف ہے وہ فیصلہ کریں خود مل کر اور سمجھائیں ان کو۔ یہ اسلام نے پہلا طریق بتایا ہے قرآن کریم میں۔ اگر یہ طریق کارآمد ثابت نہ ہو تو پھر قضاء رہ جاتی ہے پھر دونوں قضاء میں جائیں چاہے خلع لیں یا طلاق لیں۔۔۔

بچہ: ہمیں اللہ میاں نظر کیوں نہیں آتے؟

حضور: بس یہ کمال ہے اللہ میاں کا۔ اللہ میاں ہر وقت نظر آتا تو تمہاری جان نکل جاتی۔ تمہیں ہوا نظر آتی ہے ہوا نظر آرہی ہے کہ نہیں یہاں ہال میں ہوا بھری ہوئی ہے تو ہوا نظر نہیں آتی ریڈیو کی لہریں نظر آتی ہیں تو نہ نظر آنے والی چیزیں بعض بہت طاقتور ہوتی ہیں یہ atomic bomb کی لہریں ہیں وہ نظر نہیں آتیں وہ اتنی طاقتور ہوتی ہیں کہ بڑے سے بڑے شہروں کو اڑا کر رکھ دیتی ہیں پس نہ نظر آنے سے کچھ فرق نہیں پڑتا تو چیز اپنی ذات میں طاقتور ہونی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ میں طاقت ہے وہ سب طاقتوروں سے زیادہ طاقتور ہے۔ اور نظر نہیں آتا تو کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ فائدہ ہے تمہارا۔ میں نے اپنی بیٹی کو یہ سمجھایا تھا۔ دیکھو شرارتیں نہیں کرتے اللہ میاں دیکھتا ہے تو جب بھی وہ شرارتیں کرنے لگتی تھی میں یہی کہہ دیا کرتا تھا وہ بھی آخر تنگ آگئی ایک دفعہ میں نے اسے کہا شرارت کی میں نے کہا دیکھو شوکی اللہ میاں دیکھ رہا ہے اس نے کہا اللہ میاں باہر گئے ہوئے ہیں۔

سائل: اگر نماز مغرب وقت پر بغیر جماعت کے ادا کی ہو لیکن مسجد میں جب عشاء کے وقت جائیں اور مغرب کی نماز باجماعت مل جائے تو کہا جاتا ہے کہ نماز اگر باجماعت مل جائے تو ادا کر لینی چاہئے اس سلسلے میں حضور سوال یہ ہے کہ بغیر جماعت کے ادا کی ہوئی مغرب کو ترجیح کیوں نہیں دی جاتی جبکہ وہ قرآنی حکم کے مطابق وقت پر ادا کی گئی تھی۔

حضور: ہاں ہاں میں تو کہتا ہوں اس کو ترجیح دینی چاہئے کیونکہ وقت کے اوپر ادا کی ہوئی ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا کہ موقوت کتاب ہے اگر وقت پر ادا کی ہو تو بہر حال بہتر ہے۔ اور پھر دہرانے کی ضرورت کوئی نہیں پھر جب امام کے ساتھ جا کر ملا کر پڑھیں گے تو جمع کریں گے اور سنتیں معاف ہو جائیں گی۔ اور یہ بھی جائز نہیں تو وقت پر پڑھی نمازیں الگ ہی ٹھیک ہیں۔

سائل: حضور عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ بسم اللہ پڑھ کر کھا لینا چاہئے اس سلسلہ میں سوال یہ ہے کہ اہل کتاب عام طور پر عیسائی اور یہودی مراد لئے جاتے ہیں حالانکہ انبیاء تو اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں بھیجے ہیں اس کا مطلب ہوا کہ ہر قوم کا ذبیحہ جائز ہوا۔

حضور: نہیں اہل کتاب ایک اصطلاح ہے۔ جس طرح احمدی آپ کی اصطلاح ہے۔ وہ مسلمان جو فرقہ احمدیہ ہے ان کو احمدی کہتے ہیں اسی طرح اہل کتاب سے مراد یہود اور عیسائی ہیں۔

سائل: مثلاً حضرت کرشن ہیں یا دوسرے انبیاء ہیں وہ............

حضور: ان کے متعلق اہل کتاب کا ذکر نہیں آتا۔ اور ان کی قوم دُور جا چکی ہے اپنی کتابوں سے پہچانی نہیں جاتی تو اہل کتاب بہرحال دور جائیں یا نہ جائیں یوں تو کہا جاسکتا ہے کہ عیسائی بھی کافی بگڑ گئے ہیں لیکن اہل کتاب میں رسول اللہ ﷺ نے ان کو شامل فرمایا ہے اس لئے ہم بھی مانتے ہیں۔

سائل: حضور میرا سوال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر باپ کے پیدا ہونے میں کیا حکمت ہے۔

حضور: اس کے متعلق جو حکمتیں ہیں وہ کئی بیان کی جاتی ہیں ایک بڑی حکمت جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ موسوی امت کی نسل ختم ہو جانی تھی اور پھر آنحضرت ﷺ سے نئی شریعت کا آغاز ہونا تھا تو یہ آخری تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسل میں سے اولاد میں سے۔ اولاد تو نہیں تھی مگر حضرت موسیٰ کی امت میں سے یہ آخری تھے جنہوں نے نبی کہلانا تھا اس کے بعد استثناء کے باب 18 کے مطابق حضرت موسیٰ کو یہ کہا گیا تھا کہ تیرے بھائیوں میں سے تجھ سا ہی ایک نبی برپا کروں گا اور اس سے مراد آنحضور ﷺ تھے۔ پس نسل آپ کی کوئی نہیں ہوئی آپ خود بے نسل فوت ہوئے۔ اس لئے کہ سلسلہ بند ہو گیا۔ ضمناً میں آپ کو بتاؤں مجھ سے ایک سوال کیا گیا تھا ایک مجلس میں تو لطیف شاہ صاحب نے جو بات کی تھی وہ یہ سوال تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کوئی بہنیں تھیں تو مجھے تو اس وقت کوئی یاد نہیں تھا میں نے کہا میرے علم کے مطابق تو بہنیں نہیں تھیں صرف بھائی تھے مگر بعد میں مجھے کسی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اقتباس بھیجا جس میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی بہنیں بھی تھیں میں اسی مجلس میں یہ بات ٹھیک کرا دیتا ہوں اور ٹھیک کرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

سائل (بچہ): حضور جب قرآن پاک نازل ہوا تھا کیا ساتھ سورتوں کے نام بھی نازل ہوئے تھے؟

جواب: بالکل قرآن کریم کی تمام سورتوں کے نام نازل ہوئے تھے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام بتاتے تھے اس سورت کا نام یہ ہے اس سورت کا نام یہ ہے۔

سائل (بچہ): حضور غیر احمدی اور غیر مسلم میں کیا فرق ہے؟

حضور: غیر احمدی ہم ان کو کہتے ہیں جو آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہوں۔ قرآن کریم کو سچی کتاب سمجھتے ہوں اور مسلمانوں کے بنیادی عقائد میں ان کے ساتھ ہوں مثلاً فرشتوں پر ایمان، نبیوں پر ایمان، کتاب پر ایمان، یوم آخرت پر ایمان، تقدیر خیر وشر پر ایمان وغیرہ وغیرہ۔ ان سب باتوں پر جو مشترک ہیں تمام مسلمان فرقوں میں ان پر جو بھی ایمان لائے خواہ وہ شیعہ مسلم ہو یا سنی ہو ان سب کو ہم احمدی ہونے کے لحاظ سے غیر احمدی مسلمان کہتے ہیں اور غیر مسلم وہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ پر اور قرآن کریم پر ایمان ہی نہیں لاتے۔

سائل: حضور میرا سوال ہے عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید کیا یہ کتابیں ہیں اور ان کا مصنف کون ہے اور کیا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد لکھی گئیں۔

حضور: عہد نامہ قدیم سے مراد تو بائبل ہے۔ اور ان کا مصنف اللہ تعالیٰ بتایا جاتا ہے کوئی انسان مصنف نہیں ہے۔ لیکن اس بارے میں بہت سے اختلاف بھی ہیں بعض لوگ محققین یہ کہتے ہیں کہ بائبل کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب خدا تعالیٰ نے نہیں لکھی تھی بلکہ نبیوں نے لکھی تھی۔ حضرت موسیٰ کے متعلق بائبل میں لکھا ہوا۔ کیا ہے وہ؟ موسیٰ وفات پا گیا!

امام صاحب: موآب کی سرزمین میں وفات پا گیا اور اس کی قبر کا کسی کو علم نہیں۔

حضور: ٹھیک ہے پر اس کا اس سے کیا تعلق ہوا جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے کہ نہیں ہے۔

امام صاحب: کہا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ پر جو کتاب نازل ہوئی اسی میں یہ لکھا ہے۔ **حضور:** یہ استنباط ہے اب حضرت موسیٰ پر خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ کتاب نازل ہوئی تو اس میں یہ کیوں تھا کہ موسیٰ وفات پا گیا۔ اور وفات پا گیا تو یہ فقرہ کس نے لکھوایا تھا جو موسیٰ پر نازل ہوئی تھی۔ اس لئے بائبل کے متعلق بھی اختلافات ہیں مگر بنیادی چیز یہی ہے کہ

اکثر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی تھی بعض اس میں دوسری چیزیں شامل کر لی گئی ہیں ۔ نبیوں کی زندگیوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلام اترا جب وہ وفات پا گئے ان کے بعد دوسرے لوگوں نے اور چیزیں بیچ میں شامل کر لیں اور حضرت عیسیٰ کی جو کتاب ہے انجیل وہ الگ کتاب نہیں ہے ۔ انجیل کا مطلب ہے خوشخبری ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب جو ہے الہامات کی اس کا نام کیا ہے تذکرہ! تو تذکرہ قرآن کریم کے مقابل پر الگ کتاب نہیں اسی طرح انجیل بائبل کے مقابل پر الگ کتاب نہیں ہے وہ خوشخبریاں ہیں اس میں اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الہامات ہیں ۔ جن کو ہم انجیل کہتے ہیں ۔

سائل: دہریت مذہب ہے یا فرقہ؟

حضور: کچھ بھی نہیں ہے یہ دہریت کا مطلب ہے اللہ کے وجود کا انکار دو قسم کے دہریے ہیں ایک وہ ہیں جو Agnostics کہلاتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں اللہ ہو گا یا نہ ہو گا ہمیں علم نہیں اس لیے ان کو کہتے ہیں ایگناسٹکس اللہ کے وجود سے لاعلمی کا دعویٰ کرتے ہیں اور بعض دوسرے دہریہ ہیں وہ یقینی طور پر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ نہیں ہے ۔ یہ لوگوں کی من گھڑت باتیں ہیں ۔

سائل: حضور اس کا کوئی بانی بھی تھا؟

حضور: No، دہریوں کا کوئی بانی نہیں تھا دہریہ تو ہر مذہب میں پائے جاتے ہیں مسلمانوں میں بھی ایک بڑی تعداد ہے دہریوں کی اور دہریہ نئی تہذیب میں تو بڑی کثرت سے ملتے ہیں ۔

سائل: حضرت عیسیٰ کدھر پیدا ہوئے تھے؟

حضور: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ایک ایسی جگہ ہوئی تھی جس کے متعلق قرآن کریم میں لکھا ہوا ہے کہ وہ فلسطین سے دور تھی کچھ اور علیحدہ جگہ تھی جہاں حضرت مریم چلی گئی تھیں وہاں گاؤں سے ہٹ کر اور وہاں تنہائی میں اکیلی تھیں جب حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے ہیں اور جب حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے تو حضرت مریم کو شدید تکلیف ہوئی اور آپ نے خدا کے حضور گڑگڑا کر دعائیں مانگیں تو اللہ تعالیٰ نے کہا گھبراؤ نہیں یہ جو درخت ہے تمہارے سرہانے یہ کھجور کا درخت ہے اس میں پکی ہوئی کھجوریں ہیں اور اس کے علاوہ تمہارے پاؤں کے نیچے سے ایک چشمہ بہہ رہا ہے تو قری عینی کھاؤ پیو اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو تو پھر انہوں نے درخت ہلایا تو رطبا جنیا میٹھی موٹی موٹی کھجوریں گریں اس میں سے کھائیں اور چشمے میں سے پانی پیا یہ وہ جگہ ہے جس کو جائے پیدائش کہتے ہیں حضرت مسیح کی مگر اس میں اختلاف ہے بعض لوگ بیت لحم میں حضرت مسیح کی پیدائش کا ذکر کرتے ہیں وہ کہانی یہ ہے دو راہب سے تھے جو ستارہ پڑھتے تھے کہ ستارے کا رخ کیا ہے اور ستاروں کے علم کے واقف تھے تو انہوں نے دیکھا ایک ستارہ جس طرح ٹوٹا ہوا ستارہ ہوتا ہے وہ چل پڑا ہے ایک طرف کو تو ان کو خیال آیا کہ یہ مسیح پیدا ہونے والا ہے اور یہ ستارہ نشان دہی کرے گا کہ مسیح کہاں پیدا ہوا ہے چنانچہ وہ ستارہ ایک جگہ جا کر رکا اور وہاں جا کے اتر گیا ۔ تو اس جگہ اس گھر میں حضرت مسیح پیدا ہوئے ہیں ۔ یہ سب کہانیاں ہیں اصل بات وہی ہے جو قرآن کریم کی میں نے بیان کر دی ہے ۔

سائل: حضرت یونس مچھلی کے پیٹ میں کیسے زندہ رہے؟

حضور: حضرت یونس تو جیسے زندہ رہے اب تو سائنسدانوں نے ثابت کر دیا ہے موجودہ زمانے میں کہ ایک ملاح بھی مچھلی کے پیٹ میں چلا گیا تھا اور چوبیس گھنٹے اس میں زندہ رہا اور حضرت یونس کے متعلق تو یہ نہیں کہا جاتا کہ چوبیس گھنٹے تک وہ زندہ رہے ہیں اصل بات یہ ہے کہ حضرت یونس کو جب مچھلی نے نگلا تو میرا اپنا خیال یہ ہے کہ آپ کی ٹانگ اس کے گلے میں اٹک گئی ہے اور اس سے اسے خارش پیدا ہوئی کچھ دیر کے بعد اس نے قے کر دی تو حضرت یونس مچھلی کے پیٹ مراد یہ ہے کہ اس کے منہ میں جا کر غائب ہو گئے ایک یہ میرا امکانی طور پر خیال ہے لیکن اگر پیٹ میں بھی چلے گئے ہوں تو جیسا میں نے بیان کیا ہے سائنسدانوں نے ثابت کر دیا ہے کہ مچھلی کے پیٹ میں ایک آدمی کافی دیر تک زندہ رہ سکتا ہے چوبیس گھنٹے اس کا بتایا جاتا ہے ملاح کا وہ مچھلی کا شکار کر رہا تھا جہاز تو بعض ملاحوں کی کشتی جو تھی اس پر مچھلی نے اپنی دم ماری تو الٹ گئی کشتی تو کچھ تو بھاگ کر جہاز میں پناہ گزیں ہو گئے اور دو آدمی مچھلی نے نگل لئے ان میں سے ایک مردہ نکالا گیا اور ایک زندہ نکالا گیا تو مچھلی کے پیٹ میں جا کر انسان کا زندہ ہونا فی زمانہ بھی ثابت ہے ۔

سائل: حضور رسول کریم ﷺ اتنے اچھے تھے تو کیوں لوگ ان کے خلاف تھے؟

حضور: لوگ کیوں خلاف تھے۔ (بچہ) جی۔ یہ تو خدا کی سنت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں کی قوم مخالفت کیا کرتی ہے آنحضرت ﷺ کی زندگی کے 2 دور ہیں ایک دعویٰ سے پہلے اور ایک دعویٰ کے بعد تو دعویٰ سے پہلے تو قوم آپکو صادق اور امین کہتی تھی صدوق کہتی تھی بے انتہا سچا اور سب سے امانت دار کوئی جھوٹ نہیں بولتا سارے آپ کے گرویدہ تھے لیکن جب آپ نے دعویٰ کیا تو الزام لگا دیا کہ آپ نے خدا پر جھوٹ بولا ہے. قرآن کریم نے آپ کو یہ دلیل دی کہ ان سے کہو **فقد لبثت فیکم عمرا من قبله افلا تعقلون** کہ میں تم میں تمہارے درمیان اس دعویٰ سے پہلے بھی رہا ہوں جب میں نے یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ میں خدا کی طرف سے ہوں تو اس وقت تم لوگوں کا کیا حال تھا اس وقت میں سچا تھا کہ نہیں تو جس نے کبھی بندوں پر جھوٹ نہیں بولا اس نے اچانک خدا پر کیسے جھوٹ بولنا شروع کر دیا۔

سائل: ہر پرفیوم میں الکوحل ہوتا ہے جسے ہم جسم پر لگاتے ہیں کیا ہم ناپاک ہو جاتے ہیں؟ کیونکہ ہمارے مذہب میں الکوحل حرام اور ناپاک چیز ہے۔

حضور: ناپاک نہیں ہوتے۔ میں نے لگائی ہوئی ہے اگر میں ناپاک ہو جاؤں تو میں نماز کیسے پڑھوں اور پڑھاؤں گا الکوحل پینی منع ہے۔ الکوحل میں فوائد بھی ہیں جن کو قرآن کریم تسلیم کرتا ہے تو ان فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ یہ جراثیم کش ہوتی ہے اور خوشبوئیں بھی اس میں بنتی ہیں یہ ہرگز حرام نہیں ہے۔ لگانا حرام نہیں ہے، خوشبو پینی حرام ہے۔

سائل: کیا ہم اپنے کرسچن دوست جو فوت ہو جائے اس کے جنازے پر جا سکتے ہیں؟

حضور: جنازے پر جا سکتے ہیں پر جنازہ پڑھ نہیں سکتے ہمدردی کے طور پر ساتھ جا سکتے ہیں۔

سائل: جب نماز شروع ہوتی ہے تو پھر **الله اکبر** سے پہلے شروع کرتے ہیں نیت نماز یا بعد میں؟

حضور: نیت بعد میں کرتے ہیں جب اللہ اکبر کہتے ہیں اس وقت کہتے ہیں **وجھت وجھی للذی فطر السموٰت والارض** یہ نیت ہے اس لئے نماز سے پہلے نہیں کی جاتی اللہ اکبر سے پہلے نہیں اللہ اکبر کے بعد اور یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ کہا جائے ''پچھے اس امام دے'' پنجاب میں یہ بھی رواج تھا کہ '' نیت چار رکعت نماز دی پچھے اس امام دے'' ایک وہمی تھا اس کو خیال آیا کہ کہیں پیچھے اس امام دے کہتا ہوں وہ نہ مراد ہوں تو وہ پھر پہلی صف میں چلا گیا پھر اس کو مزید وہم اٹھا کہ میرا نشانہ پتہ نہیں ٹھیک ہے کہ نہیں تو امام صاحب کے دو تھپڑ مار کے کہتا '' پیچھے اس امام دے'' تو نیت **الله اکبر** کے بعد پڑھو اور اتنی ہی کافی ہے۔

سائل: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے تو کیا انسان کی فطرت تبدیل ہو سکتی ہے؟

حضور: **ولا تبدیل لخلق الله** انسان کی فطرت تبدیل نہیں ہو سکتی۔

سائل: اگر کسی انسان کی فطرت بری ہو۔۔۔

حضور: فطرت بری نہیں ہوتی طبیعت بری ہو سکتی ہے عادتیں بری ہو سکتی ہیں بری عادتیں ٹھیک ہو سکتی ہیں مگر فطرت صحیح ہے وہ تبدیل نہیں ہوا کرتی۔

سائل: آج حضور نے جیسا کہ خطبے میں بیان فرمایا تھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے تھے اور انہوں نے آ کر آنحضرت ﷺ کا سینہ چاک کیا اور اس کے بعد وہ لوتھڑا نکالا تو کیا یہ حقیقت میں ہوا تھا؟

حضور: یہ کشفی نظارہ ہے اور حقیقت ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ سچ مچ سینہ چاک کیا گیا میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ کشف میں جو دکھائی دیا جاتا ہے وہ بعینہٖ وہی نہیں ہوا کرتا اس کے معنی ہوتے ہیں۔ پس جب آنحضرت ﷺ کا معراج کا کشف ہوا تو سچ مچ تو نہیں اوپر چڑھ گئے تھے پس کشفی نظارے میں جو بھی چیز دیکھی جائے اس کے معنی لینے پڑتے ہیں تو دل صاف کیا یہ خدا تعالیٰ کے تصرف میں آنحضرت ﷺ کا دل تھا اور آپ نے جبرائیل کو بھیجا کہ وہ آپ کے دل کو پاک اور صاف کر دے۔ تو اس طرح مطلب ہے اس کا۔

سائل: آج کل دنیا میں تین علوم ہیں علم العلامات یعنی **علم الشماریات، علم النجوم، علم الفلکیات** اور پامسٹری دست شناسی تو کیا ہمیں ان پہ یقین کرنا چاہئے

کہ نہیں کرنا چاہئے؟

حضور: دیکھیں پامسٹری تو فضول ہے پامسٹری کو اختیار کرنا تو لغو ہے باقی جو علوم نجوم ہیں وہ حقیقی ہیں وہ فلکیات کے علم کے اندر آجاتے ہیں وہ بے شک اختیار کریں۔ شماریات تو خیر بہت اچھا مضمون ہے۔

سائل: حضور صحیح مسلم کی ایک حدیث جس میں آنحضور ﷺ نے آنے والے مسیح کے لئے چار دفعہ نبی اللہ لفظ استعمال کیا اس کے ایک حصہ کا ترجمہ یوں ہے اللہ تعالیٰ مسیح موعود کو وحی کے ذریعہ خبر دے گا کہ میں نے اب کچھ ایسے لوگ بھی برپا کئے ہیں جن سے جنگ کی کسی کو طاقت نہیں ہے اس لئے تم میرے بندوں کو پہاڑ کی طرف محفوظ طریق سے لے جاؤ۔ غرض ان حالات میں اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو برپا کرے گا پھر تھوڑا آگے جاکے فرمایا کہ ان روح فرسا حالات میں اللہ تعالیٰ کے نبی مسیح موعود اپنے ساتھیوں سمیت محصور ہو جائیں گے۔ حضور اس پیشگوئی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنے ساتھیوں کو پہاڑ کی طرف محفوظ طریق سے لے جانے اور ان کے ہمراہ محصور ہونے سے کیا مراد ہے؟

حضور: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب پہاڑ کی طرف فرمایا گیا تو اس سے مراد دعا تھی آپ نے اپنی جماعت کو یہ نصیحت کی کہ تمہارے سارے مصائب کا حل دُعا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سے دعا کرو یہی پہاڑ ہے جیسے موسیٰ کا طور تھا اس کے سارے مسائل حل ہونگے۔ ایک تو مطلب یہ ہے اس کا اور دوسرے محصور ہونے میں آپ کو پتہ ہے کہ جماعت احمدیہ کس طرح گھیرے میں آگئی ہے غیر احمدیوں کے۔

سائل: کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت براہ راست یاجوج ماجوج کا نشانہ ہوگی یا عمومی رنگ میں اس سے متاثر ہوگی؟

جواب: جماعت احمدیہ صرف نہیں ہوگی تمام مسلمان یاجوج ماجوج کا نشانہ بنیں گے اور جماعت احمدیہ بھی ان کے اندر ہی شامل ہوگی۔

سائل: ہم درود شریف میں آل محمدؐ کے لئے رحمت اور برکت کی دعا مانگتے ہیں آل محمدؐ سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: آل محمدؐ سے آنحضرت ﷺ کی اپنی نسل نمبر 1 اور نمبر 2 ساری امت جو آپ کے ساتھ چلنے والی ہو اور وہ رسول ﷺ پر یقین رکھتی ہو وہ بھی آل کہلاتے ہیں۔

سائل: قرآن مجید میں حضرت نوح علیہ السلام کی عمر نو سو پچاس سال بیان کرنے میں کیا حکمت ہے؟

حضور: نو سو پچاس سال آپ کی شریعت کی عمر ہے آپ کی ذاتی عمر نہیں تھی آپ کی شریعت دنیا میں نو سو پچاس سال تک رہی حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ کی شریعت پر تھے چنانچہ قرآن کریم میں آتا ہے وَاِنَّ مِنۡ شِیۡعَتِہٖ لَاِبۡرٰہِیۡمَ کہ حضرت نوح کی امت میں ابراہیم بھی تھے تو ساٹھ سال تک آپ کے پاس نئی شریعت نہیں آئی تھی ساٹھ سال کی عمر میں آپ کو آپ کی اپنی شریعت مل گئی اس سے پہلے نو سو پچاس سال کی مدت ختم ہو جاتی ہے۔

سائل: نماز جنازہ میں سجدہ نہ ہونے کی کیا حکمت ہے؟

حضور: نماز جنازہ میں سامنے مردہ پڑا ہوتا ہے تو اس کے سامنے سجدہ کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ آپ نے سنا ہوا ہے قصہ ایک پیر صاحب کہیں گئے گاؤں میں تو وہاں ایک جنازہ آیا ہوا تھا تو مولوی صاحب نے پیر صاحب سے کہا کہ پیر صاحب آپ جنازہ پڑھائیں میں تو کم علم آدمی ہوں پیر صاحب نے اصرار کیا آپ پڑھائیں آخر وہ مولوی جیت گیا اور سارے گاؤں والوں نے کہا جی پیر صاحب ہیں پیر صاحب پڑھائیں گے۔ پیر صاحب نے جب جنازہ پڑھایا تو سجدہ کر دیا مولوی صاحب سمجھے کہ میری پچھلی ساری نمازیں ضائع۔ سجدہ ہوتا ہے میں نے نہیں کیا کبھی۔ تو سجدہ اس نے بھی کر دیا۔ اس کے بعد پیر صاحب کو خیال آیا کہ سجدہ تو ہوتا ہی نہیں تو وہ سامنے سے اٹھ کے بھاگ گیا۔ اور مولوی بھاگ گیا کہ لوگ یہ کہیں گے کہ تم سجدہ نہیں کرایا کرتے تھے۔ تو یہ یونہی مذاق کی بات ہے سجدہ کوئی نہیں ہوتا۔

سائل: سفید پرندوں کو پکڑنے کی تعبیر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بہت سے راستباز انگریز صداقت کا شکار ہو جائیں گے درحقیقت آج تک مغربی ملکوں

کی مناسبت دینی سچائیوں کے ساتھ بہت کم رہی ہے گویا خدا تعالیٰ نے کیا ایشیاء کے علاوہ دوسری قوموں کی طرف کوئی نبی نہیں آیا؟

حضور: ہر قوم کی طرف نبی آیا ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ اِنۡ مِّنۡ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیۡہَا نَذِیۡرٌ ایک بھی امت ایسی نہیں جس میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ڈرانے والا نہ بھیجا گیا ہو۔

سائل: حضرت عوس بن عوس بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تمہارے بہترین دنوں میں سے ایک جمعہ کا دن ہے اسی دن آدم کو پیدا کیا گیا اور جمعہ ہی کے دن وہ فوت ہوئے اسی دن نفخ صور ہوگا اور اسی روز غشی ہوگی اس روز تم مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیونکہ تمہارا درود مجھے پہنچایا جائے گا صحابہ نے عرض کیا جب آپ کا وجود مٹی ہو چکا ہوگا تو آپ تک درود کیسے پہنچے گا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے جسموں کو زمین پر حرام کر دیا ہے حضور سوال یہ ہے کیا تمام انبیاء کے جسم ہمیشہ محفوظ رہتے ہیں ؟

حضور: نہیں یہ مطلب نہیں ہے مراد یہ ہے کہ زمین میں انبیاء جو دفن ہوتے ہیں تو روحانی لحاظ سے وہ پھر بھی زندہ رہتے ہیں باقیوں کے جسم مٹ جاتے ہیں یعنی جسمانی لحاظ سے بھی ان پر موت آجاتی ہے اور روحانی لحاظ سے بھی تو انبیاء کی روحیں زندہ رہتی ہیں ان تک ان کی امت کے پیغام پہنچتے رہتے ہیں۔

سائل: حضور کسی مصیبت کے وقت خدا تعالیٰ کی مدد طلب کرتے ہوئے جھولی پھیلا کر یا ہاتھ جوڑ کر اونچی یا دھیمی آواز میں فریاد کرنا جائز ہے؟

حضور: جائز ہے۔

سائل: اللہ تعالیٰ کا کل چیزوں پر قادرانہ تصرف ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس پس منظر میں سوال ہے کہ کیا دعا یا صدقہ تقدیر مبرم کو ٹال سکتے ہیں؟

حضور: تقدیر مبرم کو نہیں ٹال سکتے عام تقدیر کو ٹال سکتے ہیں مگر جو تقدیر مبرم ہے اس کو کوئی چیز نہیں ٹال سکتی جیسا کہ تقدیر مبرم میں سے ایک یہ ہے

کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی

کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر یہ فرض کر لیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب آئیں گے اس لئے دنیا جو چاہے کرے وہ انبیاء کو مغلوب نہیں کر سکتی یہ تقدیر مبرم کی ایک مثال ہے۔

(جاری ہے)

شوال کے چھ روزے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق تھا کہ شوال کے مہینہ میں عید کا دن گزرنے کے بعد چھ روزے رکھتے تھے۔ اس طریق کا رکا احیاء ہماری جماعت کا فرض ہے ایک دفعہ حضرت صاحبؑ نے اس کا اہتمام کیا تھا کہ قادیان میں عید کے بعد چھ دن تک رمضان ہی کی طرح اہتمام تھا آخر میں چونکہ حضرت صاحبؑ کی عمر زیادہ ہوگئی تھی اور بیمار بھی رہتے اس لئے دو تین سال بعد آپؑ نے روزے نہیں رکھے جن لوگوں کو علم نہ ہو وہ سن لیں اور جو غفلت میں ہوں ہوشیار ہو جائیں کہ سوائے ان کے جو بیمار اور کمزور ہونے کی وجہ سے معذور ہیں چھ روزے رکھیں۔ اگر مسلسل نہ رکھ سکیں تو وقفہ ڈال کر بھی رکھ سکتے ہیں۔

(الفضل 8۔جون 1922)

حدیث میں آتا ہے کہ ایک روزہ کا بدلہ دس گنا (دس روزوں کا) ملتا ہے۔ اس طرح تیس روزوں کا ثواب تین سو دن روزے رکھنے کا ہو گیا اور چھ روزوں کا ساٹھ دن روزے کا۔ سال میں قریباً تین سو ساٹھ دن ہوتے ہیں پس جس نے رمضان کے ساتھ شوال کے بھی چھ روزے رکھے اُس نے گویا سال بھر روزے رکھنے کا ثواب حاصل کیا یہ روزے 2 شوال سے شروع کرنے چاہئیں۔

رمضان اوراس کے مسائل

ازافادات حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب

روزے کا مقصد

روزوں کی غرض کسی کو بھوکا پیاسا مارنا نہیں ہے۔اگر بھوکا مرنے سے جنت مل سکتی تو میں سمجھتا ہوں کافر سے کافر اورمنافق سے منافق لوگ بھی اس کے لینے کے لئے تیار ہوجاتے۔کیونکہ بھوکا پیاسا مرجانا کوئی مشکل بات نہیں۔ درحقیقت مشکل بات اخلاقی اورروحانی تبدیلی ہے۔ لوگ بھوکے تو معمولی معمولی باتوں پر رہنے لگ جاتے ہیں۔قید خانوں میں جاتے ہیں تو بھوک سٹرائک شروع کردیتے ہیں اور برہمنوں کا تو یہ مشہور حیلہ چلا آتا ہے کہ جب لوگ اُن کی کوئی بات نہ مانیں تو کھانا چھوڑ دیتے ہیں۔پس بھوکا رہنا تو کوئی بڑی بات نہیں اور نہ یہ رمضان کی غرض ہے۔

رمضان کی اصل غرض یہ ہے کہ اس ماہ میں انسان خدا تعالیٰ کے لئے ہر ایک چیز چھوڑنے کے لئے تیار ہو جائے۔اس کا بھوکا رہنا علامت اورنشان ہوتا ہے اس بات کا کہ وہ ہرایک حق کوخدا کے لئے چھوڑنے کے لئے تیار ہے کھانا پینا انسان کا حق ہے اس لئے جوشخص ان باتوں کوچھوڑتا ہے وہ یہ بتاتا ہے کہ میں خدا تعالیٰ کے لئے اپنا حق چھوڑنے کے لئے تیار ہوں۔ناحق کا چھوڑنا تو بہت ادنیٰ بات ہے اورکسی مومن سے یہ امید نہیں کی جاسکتی ہے وہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنا حق بھی چھوڑ دے لیکن اگر رمضان آئے اوریونہی گزرجائے اورہم یہی کہتے رہیں کہ ہم اپنا حق کس طرح چھوڑ دیں تواس کا یہ مطلب ہوگا کہ ہم نے رمضان سے کچھ حاصل نہ کیا کیونکہ رمضان یہی بتانے آیا تھا کہ خدا کی رضا کے لئے اپنے حقوق بھی چھوڑ دینے چاہئیں۔جب تک یہ بات پیدانہ ہوکوئی یہ دعویٰ کرنے کا مستحق نہیں ہے کہ وہ ایمان لایا اوراُس نے رمضان سے کچھ فائدہ اٹھایا زبانی دعویٰ کی کوئی قدروقیمت نہیں ہوتی۔ بہت لوگ ہوتے ہیں جو بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تورہ جاتے ہیں۔اس قسم کا دعویٰ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔وہی دعویٰ حقیقت میں دعویٰ کہلانے کا مستحق ہوتا ہے جس کے ساتھ عمل بھی ہو اورایسا ایک دعویٰ جس کے ساتھ عمل ہو،قربانی ہو، اخلاص ہو، ایسے ہزار دعووں سے بڑھ کرہے۔"

(الفضل 15جنوری 1964 فرمودہ 19مارچ 1926)

حصولِ سعادت کا گر

حدیث شریف میں آیا ہے کہ دوآدمی بڑے بدقسمت ہیں۔ایک وہ جس نے رمضان پایا اوررمضان گزرگیا پر اُس کے گناہ بخشے نہ گئے۔اوردوسرا جس نے والدین کوپایا اوروالدین گزرگئے اوراُس کے گناہ نہ بخشے گئے۔

(الحکم 29فروری 1908بحوالہ فتوی مسیح موعود ص 133)

رمضان کا آغاز

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صُومُوا الرؤیتہ وافطرو لرؤیتہ فان غمی علیکم فاکملو عدة شعبان ثلاثان ۔

یعنی چاند دیکھ کرروزے رکھنے شروع کرواُورشوال کا چاند نظرآنے پرروزے ختم کرو۔اگر بادل کی وجہ سے معاملہ مشتبہ رہے۔اور چاند نظر نہ آسکے تو شعبان کے 30دن شمار کرو۔اسی طرح اگرشوال کے چاند میں یہ دقت پیش آئے تو رمضان کے تیس روزے پورے کرو۔
اگر مطلع ابرآلود ہواُور حالت مشتبہ ہواُور ایک شخص آکر گواہی دے کہ اُس نے چاند دیکھا ہے تو اس کی گواہی کو تسلیم کرلیا جائے اور اگرانہی حالات میں عید کے چاند کے متعلق دوآدمی گواہی دیں کہ انہوں نے عید کے چاند کو دیکھا ہے تو ان کی گواہی تسلیم کی جائے گی لیکن اس کے لئے صرف ایک آدمی کی گواہی کافی نہیں ہوگی اور اگر مطلع صاف تھا تو پھر ایک یا دوآدمیوں کی شہادت کافی نہ ہوگی۔

رویت ہلال

سوال ۔ رویت ہلال کے متعلق جماعت کا کیا مسلک ہے۔کیا ایک علاقے والوں کا چاند دیکھنا دوسرے علاقے والوں کے لئے کافی ہے؟

جواب ۔ اس کے متعلق اگر چہ کوئی براہ راست صریح نص مروی نہیں لیکن ایک دفعہ حضرت کریب رضی اللہ عنہ شام سے رمضان کے دنوں میں واپس مدینہ آئے اور حضرت عباسؓ نے ان سے چاند کے متعلق پوچھا انہوں نے بتایا کہ جمعہ کی رات کو وہاں چاند دیکھا گیا تھا۔ اس پر حضرت عباسؓ نے فرمایا یہاں مدینہ میں تو ہفتہ کی شام کو دیکھا گیا تھا۔ اس پر حضرت کریب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا شام میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے لوگوں نے خود چاند دیکھا ہے اور اس کے مطابق روزہ رکھا ہے اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم تو اپنی روایات کے مطابق تیس روزے پورے کریں گے یا خود عید کا چاند دیکھ کر افطار کریں گے۔ حضور علیہ السلام نے ہمیں ایسا ہی حکم دیا ہے۔

امام مالک کا یہی مذہب ہے لیکن باقی آئمہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر ایک علاقہ کے رہنے والوں نے چاند دیکھا ہو اور دوسرے علاقہ والوں کو بعد میں خبر پہنچی لیکن انہیں یقین ہو کہ واقعی اس علاقہ میں چاند دیکھا گیا تھا تو وہ اُس دن کے روزے سے قضا کریں یعنی عید کے بعد روزہ رکھیں۔ البتہ اس بارہ میں علماء کا اتفاق ہے کہ جن ممالک کا باہمی فاصلہ بہت زیادہ ہے جیسے حجاز اور اندلس یا پاکستان اور عرب تو پھر اُن کے لئے ایک دوسرے کے رویت کی پابندی ضروری نہیں اور جماعت احمدیہ کا مسلک اسی کے مطابق ہے۔ ہماری جماعت ذرائع معلومات میں ریڈیو کی خبر کو بھی عام حالات میں ایک مستند ذریعہ علم تصور کرتی ہے۔

چاند دیکھنے کا غیر طبعی طریق

سوال ۔ ہوائی جہاز میں بیٹھ کر اُوپر جانے والوں کو اگر رمضان یا عید کا چاند نظر آجائے لیکن زمین پر ظاہری آنکھ سے کسی کو نظر نہ آئے تو کیا روزہ یا عید ہو جائے گی یا نہیں۔

جواب ۔ اس طرح چاند دیکھنے کا شرعاً اعتبار نہیں کیونکہ یہ تکلف ہے۔ چاند کا دیکھنا وہی معتبر ہے جو عام آنکھ سے بغیر کسی آلہ کی مدد کے دیکھا جائے۔

جو نہ جانتا ہو کہ رمضان کب شروع ہوا

سوال۔ امریکہ کے نومسلم بشیر الدین صاحب نے لکھا اسوقت میں روزے رکھ رہا ہوں۔ گو مجھے صحیح علم نہیں کہ رمضان کس تاریخ کو شروع ہوا۔ میں نے روزے گزشتہ ماہ کی 21 تاریخ کو شروع کئے تھے اور اس ماہ کی 20 تاریخ تک رکھوں گا؟

جواب۔ حضور نے اس کے جواب میں فرمایا۔ آپ کا خط ملا اس بات کو معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی کہ آپ روزے رکھ رہے ہیں۔ رمضان المبارک 5 مئی سے 2 جون تک رہا اور 3 جون کو عید ہوئی لیکن جس شخص کو علم نہ ہو وہ جس وقت بھی روزے رکھے خدا تعالیٰ کے نزدیک وہی مقبول ہیں۔ کیونکہ ہمارا خدا تعالیٰ ہمارے علم کے مطابق ہم سے معاملہ کرتا ہے۔ اگر وہ اپنے علم کے مطابق ہم سے معاملہ کرے تو دنیا کا کوئی انسان بھی نجات نہ پائے۔

(الفضل 28 جولائی 1954)

کیا سحری کھانا ضروری ہے؟

سوال ۔ کیا سحری کھانا ضروری ہے؟

جواب۔ سحری کھائے بغیر روزہ رکھنے میں برکت نہیں ویسے ضرورت اور عذر کی صورت میں سحری کھائے بغیر بھی روزہ رکھنا جائز ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تسحروا فان فی السحو ربرکة

(بخاری)

یعنی سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر درود بھیجتے ہیں۔

(اوجز المسالک شرح موطا امام مالک جلد 3 ص 15)

روزہ اور نیت کا وقت

روزے کے لئے نیت ضروری ہے بغیر نیت کا گناہ تو کوئی نہیں ہوا لیکن روزہ بھی نہیں ہوا۔ اس لئے اُس کی قضاء ضروری ہے۔

روزہ افطار کرنے کا وقت

سوال ۔ قرآن کریم کی آیت ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ میں الَّیل سے ازرُوئے لُغت کیا مراد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روزہ کی افطاری کے بارہ میں کیا عمل تھا؟

جواب ۔ لُغت میں لیل کے معنے ہیں من مغرب الشمس الی طلوع الشمس یعنی سورج کے غروب ہونے سے لے کر اس کے طلوع ہونے تک کے وقت کو لیل کہتے ہیں۔ لیکن سنت متواترہ اور اُمت کے اجتماعی عمل سے یہ امر ظاہر ہے کہ آیت مذکورہ میں ساری رات مراد نہیں بلکہ اس کا کوئی حصہ ہے جس میں روزہ کھولنا ہے۔ اب ہم اس حصہ کی تعین کے لئے قرآنی محاورہ پر غور کرتے ہیں تو یہ رات تک کا آغاز یعنی سورج کے غروب ہونے کا وقت بنتا ہے کیونکہ اِلَی کا مفہوم یہ ہے کہ روزہ رات تک رکھنا ہے اور اس کے شروع ہوتے ہی افطار کر لینا ہے چنانچہ احادیث بھی اس مفہوم کی تائید کرتی ہیں بخاری اور مسلم کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذ اقبل اللیل وادبر النہا روغابت الشمس فقد افطر الصائم

کہ جونہی مشرق سے رات آئے اور مغرب کی طرف دن

جائے یعنی سورج اُفق میں غائب ہوتو اُسی وقت روزہ دار کو روزہ کھول لینا چاہیئے اسی طرح فرمایا:

لَا یَزَالُ النَّاسُ بِخَیْرٍ مَّاعَجَّلُوا الفِطْرَ۔ (بخاری)

کہ جب تک لوگ افطار جلدی کرتے رہیں گے اُس وقت تک بہتری اور بھلائی اُن کے ساتھ رہے گی۔ ابن ماجہ کی حدیث ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''یہود و نصاریٰ روزہ افطار کرنے میں دیر کرتے ہیں مسلمانوں کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔''

ترمذی کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم روزہ جلدی افطار کرنے کا خاص اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

(نیل الا وطار 218)

پس یہی سنت متواترہ ہے اور اہل سنت والجماعت کے تمام علماء کا اسی کے مطابق عمل ہے۔

سوال ۔ حدیث میں آتا ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ افطار کرو کیا اس کے یہ معنے ہیں کہ اگر چاند سورج ڈوبنے سے پہلے نظر آجائے تو روزہ افطار کرلیا جائے؟

جــواب ۔ یہ تو کوئی جاہل آدمی ہی خیال کرسکتا ہے کیونکہ اس کی وجہ اس حدیث کے معنوں پر غور نہ کرنا ہے۔ دراصل یہاں افطار کے معنے یہ ہیں کہ لوگ اگلے دن عید الفطر منائیں اور روزہ نہ رکھیں۔ یہ نہیں کہ چاند دیکھتے ہی روزہ کھول دیں۔ بالکل اُسی طرح جس طرح صُــومُـوا الـرویتہ کے معنی ہیں کہ چاند نظر آنے پر اگلے دن سے روزے رکھنے شروع کردو یہ نہیں کہ جونہی چاند نظر آئے اسی وقت سے۔ روزہ فرضی ہو یا نفلی طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک ہے۔ اس سے کم وقت کا روزہ صحیح روزہ نہیں ہوگا۔

قرآن پاک کی آیت:

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت متواترہ اسی حقیقت کو ثابت کرتی ہے۔ رہا یہ خیال کہ سورج ڈوبنے سے پہلے جو چاند نظر آجاتا ہے وہ دراصل ایک دن پہلے کا ہے اور یہ دن گویا روزے کا ہے ہی نہیں۔ تو اصولاً یہ خیال درست نہیں کیونکہ بعض صورتوں میں چاند پہلی کا ہوتے ہوئے بھی غروب آفتاب سے کچھ دیر قبل نظر آسکتا ہے۔ ہاں بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ چاند اس دن دوپہر سے پہلے نظر آئے (گو علم ہیئت کی رو سے ایسا ہونا بظاہر مشکل ہے) تو پھر چاند دیکھتے ہی روزہ توڑ دینا چاہیئے۔ کیونکہ یہ دن دراصل یکم شوال یعنی عید کا ہوگا 29۔30 رمضان کا دن نہ ہوگا۔

چنانچہ علامہ ابن رُشد اپنی مشہور کتاب ہدایۃ المجتہد میں لکھتے ہیں۔

قال ابو یوسف من اصحاب ابی حنیفة والثوری وابن حبیب من الزوال فهو لیلة الماضیة وان روی بعد الزوال فهو للاتیة ۔ روی الثوری انه بلغ عمر بن الخطاب ان قوماً راوالهلال بعد الزوال فافطروفكتب الیهم یلومهم وقال اذا راتیم الهلال نهاراً قبل الزوال فافطرو اواذا رایتموه بعد الزوال فلا تفطردا(159)

یعنی حنفیوں میں سے امام ابو یوسف اور مالکیوں میں سے امام ابن حبیب نیز امام ثوری کا مسلک یہ ہے کہ اگر شوال کا چاند دوپہر سے پہلے نظر آجائے تو روزہ توڑ دینا چاہیئے کیونکہ یہ چاند آنے والی رات کا نہیں بلکہ گزشتہ رات کا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کے زمانہ میں ایک علاقہ کے لوگوں نے دوپہر کے بعد چاند دیکھا اور اُسی وقت روزے کھول لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اُنہیں تنبیہہ فرمائی اور لکھا کہ اگر چاند دوپہر سے پہلے دیکھا جائے تو پھر تو روزہ توڑ دینا چاہیئے لیکن اگر دوپہر کے بعد نظر آئے تو پھر روزہ مکمل کرنا چاہیئے اور غروب آفتاب سے قبل نہیں کھولنا چاہیئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

وہ اُمور جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا

الف :۔ مسواک خشک وتر۔ آنکھوں میں دوائی ڈالنے، خوشبو سونگھنے، بلغم حلق میں چلے جانے گرد و غبار حلق میں پڑ جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ سرمہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد ہے ''دن کو لگانا مکروہ ہے''

(الفضل 28 جولائی 1914)

ب:۔ پچھنے لگوانا۔ قے کرنا۔ معمولی آپریشن کروانا۔ کلوروفارم سونگھنا۔۔ ان باتوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا البتہ انہیں پسند نہیں کیا گیا۔ اس لئے اس قسم کی باتیں مکروہ ہیں۔ ان کے علاوہ کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا۔ خوشبو لگانا۔ داڑھی اور سر میں تیل لگانا۔ بار بار نہانا۔ آئینہ دیکھنا۔ مالش کرانا۔ پیار سے بوسہ لینا۔ ان میں سے کوئی فعل بھی منع نہیں۔ نہ ان سے روزہ ٹوٹتا ہے اور نہ ہی مکروہ ہوتا ہے۔ اسی طرح جنابت کی حالت میں اگر نہانا مشکل ہو تو نہائے بغیر کھانا کھا کر روزہ کی نیت کرسکتا ہے۔

مزید وضاحت

ســـوال:۔ کیا روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنا، سرمہ لگانا جائز ہے؟ اسی طرح ٹنکچر یا چیچک کا ٹیکہ لگانے کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ ٹوتھ پیسٹ اور سرمہ کا استعمال غیر پسندیدہ ہے البتہ سادہ برش کرنا یا کلی جائز ہے اسی طرح بیرونی اعضاء پر ٹنکچر کا استعمال کیا جاسکتا ہے چیچک کا ٹیکہ بھی لگوایا جاسکتا ہے۔

ســوال :۔ کیا روزے دار کے لئے ہر قسم کا ٹیکہ کروانا منع ہے؟

جواب:۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ رعایت دی ہے کہ اگر کوئی شخص بیمار ہے تو وہ رمضان کے بعد تندرست ہونے

پر روزہ رکھے تو ایسی کونسی مجبوری ہے کہ رمضان میں بیمار ہونے کے باوجود روزے رکھے جائیں۔ ٹیکہ لگوانے کی اسی لئے ضرورت پیش آئی ہے کہ ایک شخص بیمار ہے یا ڈاکٹر کے نزدیک بیماری کی روک تھام کے لئے ٹیکہ لگوانا ضروری ہے یا حکومت بیماری کے انسداد کے لئے ٹیکے لگوا رہی ہے اور بعد میں موقع نہیں ملے گا ان تمام صورتوں میں روزہ افطار کرنے کی اجازت ہے پس روزہ کی حالت میں ٹیکہ لگوانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اگر کوئی لگوائے تو اُس کا روزہ باقی نہیں رہے گا۔

روزہ رکھنے کی حالت میں بھول کر کچھ کھالینا

اگر یاد نہ رہے اور بھول کر انسان کچھ کھا پی لے تو اُس کا روزہ علیٰ حالہٖ باقی رہے گا اور کسی قسم کا نقص اس کے روزے میں واقع نہیں ہوگا بلکہ ایسی صورت میں بہتر ہے کہ اگر کوئی بھول کر کھانے پینے لگ جائے تو پاس کے لوگوں کو اُسے یاد نہیں دلانا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ اسے کھلا رہا ہے۔ پھر انہیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ اس میں روک ثابت ہوں۔ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

" اذا اکل الصائم ناسیاً اوشرب ناسیاً فانما ھو رزق ساقه الله الیه ولا قضاء علیه ولا کفارة "

یعنی کوئی روزہ دار بھول کر کھا پی لے تو اُسے پریشان نہیں ہونا چاہیئے یہ تو رزق تھا جو اللہ تعالیٰ نے اُسے دیا نہ اس پر قضاء ہے نہ کفارہ ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص غلطی سے روزہ توڑ بیٹھے مثلاً روزہ یاد تھا لیکن کلی کی غرض سے منہ میں پانی ڈالا اور پانی اندر چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اسکی قضاء ضروری ہوگی۔ لیکن نہ وہ گنہگار ہے اور نہ اُس پر کفارہ ہے۔

روزہ کھولنے کی دعا

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ ذَھَبَ الظَّمْأُ وَابْتَلَتِ الْعُرُوْقِ۔

روزہ طاق کھجور سے یا پانی سے کھولنا چاہیئے۔

(الفضل 28 جولائی 1914)

روزہ رکھنے کی عمر

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا:

"کئی ہیں جو چھوٹے بچوں سے بھی روزہ رکھواتے ہیں۔ حالانکہ ہر ایک فرض اور حکم کے لئے الگ الگ حدیں اور الگ الگ وقت ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک بعض احکام کا زمانہ چار سال کی عمر سے شروع ہوجاتا ہے اور بعض ایسے ہیں جن کا زمانہ سات سال سے بارہ سال تک ہے اور بعض ایسے ہیں جن کا زمانہ 15 یا 18 سال کی عمر سے شروع ہوتا ہے۔ میرے نزدیک روزوں کا حکم 15 سے 18 سال تک کی عمر کے بچے پر عائد ہوتا ہے۔ اور یہی بلوغت کی حد ہے۔"

بچوں کو روزہ رکھوانا

میرے نزدیک اس سے پہلے بچوں سے روزے رکھوانا ان کی صحت پر بہت برا اثر ڈالتا ہے کیونکہ وہ زمانہ اُن کے لئے ایسا ہوتا ہے جس میں وہ طاقت اور قوت حاصل کر رہے ہوتے ہیں۔ پس اس زمانہ میں کہ وہ طاقت اور قوت کے ذخیرہ کو جمع کر رہے ہوتے ہیں اس وقت اُن کی طاقت کو دبانا اور بڑھنے نہ دینا ان کے لئے بہت مضر ہے۔۔۔15 سال کی عمر سے روزہ رکھنے کی عادت ڈالنی چاہیئے اور 18 سال کی عمر سے روزے فرض سمجھنے چاہئیں۔ مجھے یاد ہے جب ہم چھوٹے تھے ہمیں بھی روزہ رکھنے کا شوق ہوتا تھا مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں روزہ نہیں رکھنے دیتے تھے اور بجائے اس کے کہ ہمیں روزہ رکھنے کے متعلق کسی قسم کی تحریک کرنا پسند کریں ہمیشہ ہم پر رعب ڈالتے تھے۔ تو بچوں کی صحت کو قائم رکھنے اور اُن کی قوت کو بڑھانے کے لئے روزہ رکھنے سے انہیں روکنا چاہیئے۔ اس کے بعد جب ان کا وہ زمانہ آجائے جب وہ اپنی قوت کو پہنچ جائیں جو 15 سال کی عمر کا زمانہ ہے تو پھر اُن سے روزے رکھوائے جائیں اور وہ بھی آہستگی کے ساتھ پہلے سال جتنے رکھیں دوسرے سال اُن سے کچھ زیادہ اور تیسرے سال اس سے زیادہ رکھوائے جائیں۔ اس طرح بتدریج اُن کو روزہ کا عادی بنایا جائے"

(الفضل 11۔ اپریل 1925)

روزہ نہ رکھنے والے

میرے نزدیک ایسے لوگ بھی ہیں جو روزہ کو بالکل معمولی حکم تصور کرتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی وجہ کی بناء پر روزہ ترک کردیتے ہیں۔ بلکہ اس خیال سے بھی کہ ہم بیمار ہوجائیں گے روزہ چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ یہ کوئی عذر نہیں کہ آدمی خیال کرے میں بیمار ہوجاؤں گا میں نے تو آج تک کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا جو یہ کہہ سکے کہ میں بیمار نہیں ہوں گا۔ پس بیماری کا خیال روزے ترک کرنے کی وجہ سے جائز نہیں ہوسکتا۔ پھر بعض اس عذر پر روزہ نہیں رکھتے کہ انہیں بہت بھوک لگتی ہے۔ حالانکہ کون نہیں جانتا کہ روزہ رکھنے سے بھوک لگتی ہے جو روزہ رکھے گا اسکو ضرور بھوک لگے گی۔ روزہ تو ہوتا ہی اس لئے ہے کہ بھوک لگے۔ پھر کئی ہیں جو ضعف ہوجانے کے خیال سے روزہ نہیں رکھتے حالانکہ کوئی بھی ایسا آدمی نہیں جس کو روزہ رکھنے سے ضعف نہ ہوتا ہو۔ جب وہ کھانا پینا چھوڑے گا تو ضرور ضعف بھی ہوگا۔ اور آدمی کوئی نہیں ملے گا جو روزہ رکھے اور ضعف نہ ہو۔"

(الفضل 11۔ اپریل 1925)

جان بوجھ کر روزہ توڑ دینا

''جو شخص جان بوجھ کر روزہ رکھ کر توڑ دے وہ سخت گنہگار ہے ایسے شخص پر بغرض توبہ کفارہ واجب ہوگا۔ یعنی پے در پے اُسے ساٹھ روزے رکھنے پڑینگے یا ساٹھ مسکینوں کو اپنی حیثیت کے مطابق کھانا کھلانا پڑیگا یا ہر مسکین کو دو سیر گندم یا اُس کی قیمت ادا کرنی پڑے گی توبہ کے سلسلے میں اصل چیز حقیقی ندامت ہے جو دل کی گہرائیوں میں پیدا ہوتی ہے۔ اگر یہ کیفیت انسان کے اندر پیدا ہو جائے لیکن اس میں ساٹھ روزے رکھنے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی استطاعت نہ ہو تو اُسے اللہ تعالیٰ کے رحم اور اُس کے فضل پر بھروسہ کرنا چاہیئے اس صورت میں استغفار ہی اُس کے لئے کافی ہوگا۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور دہائی دینے لگا، یا حضرت میں ہلاک ہوگیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کس نے تجھے ہلاک کیا ہے؟ اس نے عرض کی کہ حضور روزہ کی حالت میں میں اپنی بیوی کے پاس چلا گیا ہوں۔ حضور نے فرمایا کیا تو غلام آزاد کرسکتا ہے؟ اُس نے عرض کی نہیں۔ پھر حضورؐ نے پوچھا ساٹھ روزے مسلسل رکھ سکتا ہے؟ اُس نے کہا حضور نہیں اگر ایسا ہوسکتا اور شہوانی جوش کو روک سکتا تو یہ غلطی ہی سرزد کیوں ہوتی۔ حضورؐ نے فرمایا تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو اُس نے کہا غربت ایسا کرنے سے مانع ہے۔ حضورؐ نے فرمایا تو پھر بیٹھو۔ اتنے میں کوئی شخص ایک ٹوکری کھجوروں کی لے آیا آپؐ نے فرمایا اُٹھا لے اور اسے مسکینوں کو کھلا دے۔ ٹوکری لے کر عرض کرنے لگا مجھ سے زیادہ اور کون غریب ہوگا۔ مدینہ بھر میں سب سے زیادہ محتاج ہوں۔ حضورؐ اس کی عرض پر کھلکھلا کر ہنس پڑے اور فرمایا'' جاؤ اپنے اہل وعیال کو ہی کھلا دو''۔

زمینداروں کا روزہ

''زمیندار کہتے ہیں کہ ہمیں کام سخت کرنا پڑتا ہے ہم نہیں روزہ رکھ سکتے۔ سو اُن کو معلوم ہو کہ ان کا جو کام ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کے لئے جسمانی تکلیف کم ہوگئی ہے۔ اس سخت کام کے باعث ان کے پٹھوں کی حس کم ہوگئی ہے تم نے دیکھا ہوگا کہ ایک دماغی کام کرنے والا اگر آپریشن کرائے تو اس کے لئے کلوروفارم کی ضرورت ہوتی ہے اور زمیندار کہہ دیتا ہے کہ کلوروفارم کی ضرورت نہیں۔ وجہ یہ کہ دماغی کام کرنے والے کی حس تیز ہوتی ہے اور اسکی کمزور۔ پس جو دماغی کام کرنے والے ہیں وہ اس محنت کو برداشت نہیں کرسکتے اس لئے دھوپ سے بچ کر کام کرتے ہیں اور زمینداروں کو جسمانی کام کرنا پڑتا ہے اس لئے اگر وہ روزہ رکھیں تو اُن کی سختی پسند حالت کے باعث اُن کے لئے کوئی تکلیف نہیں ہوسکتی۔ پڑھنے والا پڑھ کر کمزور ہوگیا ہے اور زمیندار کو اس کا کام مضبوط بنا گیا ہے اس لئے اس قدرت کے سامان کے ماتحت زمینداروں کے لئے بھی روزہ کچھ مشکل نہیں''۔

(الفضل 17 جنوری 1920)

بعض پرانی بیماریاں

بعض بیماریاں ایسی بھی ہوتی ہیں جن میں انسان سارے کام کر لیتا ہے۔ مثلاً پرانی بیماریاں ہیں ان میں انسان سب کام کرتا ہے ایسا بیمار نہیں سمجھا جاتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک دفعہ یہ فتویٰ پوچھا گیا کہ کیا اس ملازم کا سفر، سفر شمار کیا جائے گا جو ملازم ہونے کی وجہ سے سفر کرتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا'' اس کا سفر، سفر نہیں گنا جا سکتا۔ اس کا سفر تو ملازمت کا ایک حصہ ہے۔ اسی طرح بعض ایسی بیماریاں ہوتی ہیں جن میں انسان سارے کام کرتا رہتا ہے۔ فوجیوں میں بھی ایسے ہوتے ہیں جو ان بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں مگر وہ سارے کام کرتے رہتے ہیں۔

چند دن پیچش ہو جاتی ہے مگر اس وجہ سے وہ ہمیشہ کیلئے کام کرنا چھوڑ نہیں دیتے۔ پس اگر دوسرے کاموں کیلئے وقت نکل آتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ ایسا مریض روزے نہ رکھ سکے۔ اس قسم کے بہانے محض اس وجہ سے ہوتے ہیں کہ ایسے لوگ دراصل روزہ رکھنے کے خلاف ہوتے ہیں۔

بے شک یہ قرآنی حکم ہے کہ سفر کی حالت میں اور اسی طرح بیماری کی حالت میں روزے نہیں رکھنے چاہئیں اور ہم اس پر زور دیتے ہیں تا قرآنی حکم کی ہتک نہ ہو مگر اس بہانہ سے فائدہ اٹھا کر جو روزہ رکھ سکتے ہیں پھر وہ روزہ نہیں رکھتے یا اُن سے کچھ روزے رہ گئے ہوں اور وہ کوشش کرتے تو اُنہیں پورا کر سکتے تھے لیکن اُن کو پورا کرنے کی کوشش نہیں کرتے تو وہ ایسے ہی گنہگار ہیں جس طرح وہ گنہگار ہے جو بلاعذر رمضان کے روزے نہیں رکھتا۔ اس لئے ہر احمدی کو چاہیئے کہ جتنے روزے اُس نے کسی غفلت یا کسی شرعی عذر کی وجہ سے نہیں رکھے وہ انہیں بعد میں پورا کرے۔

بعض فقہاء کا خیال ہے کہ پچھلے سال کے چھوٹے ہوئے روزے دوسرے سال نہیں رکھ سکتے لیکن میرے نزدیک اگر کوئی لاعلمی کی وجہ سے روزے نہیں رکھ سکا تو لاعلمی معاف ہوسکتی ہے ہاں اگر اُس نے دیدہ و دانستہ روزے نہیں رکھے تو پھر اُس پر قضاء نہیں جیسے جان بوجھ کر چھوڑی ہوئی نماز کی قضاء نہیں لیکن اگر اُس نے بھول کر روزے نہیں رکھے یا اجتہادی غلطی کی بناء پر اُس نے روزے نہیں رکھے تو میرے نزدیک وہ دوبارہ رکھ سکتا ہے''۔

(الفضل 16 اگست 1948)

سوال ۔ ایک دوست نے حضرت صاحب سے ذیابیطس کی بیماری میں روزہ کے متعلق دریافت کیا تھا کہ رکھا جائے یا قضا کیا جائے؟

جواب:۔ فرمایا ’’بیماری میں روزہ جائز نہیں اور ذیابیطس کیلئے تو بہت ہی مضر ہے‘‘۔

(الفضل 15 جولائی 1915)

نزلہ میں روزہ نہیں رکھنا چاہیئے

میرے نزدیک نزلہ خواہ کتنا ہی خفیف کیوں نہ ہو ایسی بیماری ہے جس کا روزہ سے تعلق ہے اور ایسے لوگوں کیلئے جنہیں نزلہ ہوتا ہے روزے رکھنے بہت مضر اور بڑے نقصان کا موجب ہوتے ہیں۔نزلہ کے نتیجہ میں انسان کو پیاس زیادہ لگتی ہے۔اب روزے کے ساتھ جب وہ پیاس کو دبائے گا تو وہ اور بھی زیادہ بڑھے گی اور یہ نزلہ کیلئے بہت مضر ہے۔پس بسا اوقات بعض بیماریاں دیکھنے میں تو معمولی ہوں گی۔لیکن روزے سے تعلق رکھنے کی وجہ سے ان کا نقصان بہت بڑا ہوگا اس لئے ایسی بیماری میں روزے نہ رکھنے چاہئیں‘‘

(الفضل 11۔اپریل 1935)

جو شخص روزہ رکھنے سے بیمار ہو جاتا ہے خواہ وہ پہلے بیمار نہ ہو اُس کے لئے روزہ معاف ہے۔اگر اس کی حالت ہمیشہ ایسی ہوتی رہتی ہو تو کبھی اُس پر روزہ واجب نہ ہوگا۔اور اگر کسی موسم میں ایسی حالت ہو تو دوسرے وقت میں رکھ لے۔ہاں تقویٰ سے کام لیکر خود سوچ لے کہ صرف عذر نہ ہو بلکہ حقیقی بیماری ہو۔‘‘

مرضعہ، حاملہ اور بچہ روزہ نہ رکھے

’’قرآن میں صرف بیمار اور مسافر کے لئے روزہ نہ رکھنا جائز قرار دیا ہے۔دودھ پلانے والی عورت اور حاملہ کے لئے کوئی ایسا حکم نہیں مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بیمار کی حد میں رکھا ہے۔اسی طرح وہ بچے بھی بیمار کی حد میں ہیں جن کے اجسام ابھی نشوونما پا رہے ہیں۔خصوصاً وہ امتحان کی تیاری میں مصروف ہوں۔ان دنوں ان کے دماغ پر اس قدر بوجھ ہوتا ہے کہ بعض پاگل ہو جاتے ہیں۔کئی ایک کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔پس اس کا کیا فائدہ ہے کہ ایک روزہ رکھ لیا اور پھر ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئے۔‘‘

(الفضل جلد 18 نمبر 88, 30-1931)

مسافر اور بیمار

مسافر اور بیمار کے لئے روزہ رکھنا ایسا ہی بیہودہ ہے جیسے حائضہ کے لئے روزہ رکھنا۔اور کون نہیں جانتا کہ حائضہ کا روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں بلکہ بیوقوفی اور جہالت ہے اور بعض تو شاید اس بات پر ناراض ہی ہو جائیں کہ دین کا استخفاف کیا جا رہا ہے بعینہٖ یہی حال بیمار اور مسافر کا ہے۔اس کیلئے بھی روزہ رکھنا نیکی نہیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:’’بوڑھا جس کے قویٰ مضمحل ہو چکے ہیں اور روزہ اسے زندگی کے باقی اشغال سے محروم کر دیتا ہے اس کیلئے روزہ رکھنا نیکی نہیں۔پھر وہ بچہ جس کے قویٰ نشوونما پا رہے ہیں اور آئندہ 50۔60 سال کے لئے طاقت کا ذخیرہ جمع کر رہے ہیں اس کے لئے بھی روزہ رکھنا نیکی نہیں ہو سکتا۔مگر جس میں طاقت ہے اور جو رمضان کا مخاطب ہے وہ اگر روزہ نہیں رکھتا تو گناہ کا مرتکب ہے۔‘‘

(الفضل 2۔فروری 1932)

مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عصر کے وقت جب افطاری میں بہت تھوڑا وقت باقی تھا مسافروں کے روزے افطار کرا دیئے تھے۔ہاں نفلی روزہ مسافر بھی رکھ سکتا ہے اور رمضان کا روزہ بھی اگر مسافر رکھے تو یہ اُس کا نفلی روزہ سمجھا جائے گا۔مگر یہ حرکت پسندیدہ نہیں خدا تعالیٰ نے جو رخصت دی ہے اُس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

(الفضل جلد 18 نمبر 88)

سفر اور روزہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

’’سفر کے متعلق میرا عقیدہ اور خیال یہی ہے ممکن ہے بعض فقہاء کو اس سے اختلاف ہو کہ جو سفر سحری کے بعد شروع ہو کر شام کو ختم ہو جائے وہ روزہ کے لحاظ سے سفر نہیں۔سفر میں روزہ رکھنے سے شریعت روکتی ہے مگر روزہ میں سفر کرنے سے نہیں روکتی۔پس جو سفر روزہ رکھنے کے بعد شروع ہو کر افطاری سے پہلے ختم ہو جائے وہ روزہ کے لحاظ سے سفر نہیں۔روزہ میں سفر ہے، سفر میں روزہ نہیں۔‘‘

(الفضل 25۔ستمبر 1942)

سوال:۔ بحالتِ سفر روزہ رکھا جا سکتا ہے یا نہیں۔نیز کتنے میل تک کا سفر ہو جس میں روزہ نہیں رکھنا چاہیئے؟

جواب:۔ سفر میں رمضان کا روزہ نہیں رکھنا چاہیئے۔البتہ رمضان کے احترام میں برسرِ عام کھانے پینے سے احتراز کرنا مستحسن ہے۔سفر اور اس کی مسافت کی کوئی شرعی حد اور تعریف مقرر نہیں اسے انسان کی اپنی تمیز اور قوت فیصلہ پر رہنے دیا گیا ہے۔

ایسے سفر میں جس میں انسان صبح نکل کر شام کو گھر واپس آ جائے رمضان کا روزہ رکھا جا سکتا ہے تاہم یہ امر مستحسن ہے ضروری نہیں۔پس سفر میں روزے کی تین صورتیں ہوں گی:۔

1۔اگر سفر جاری ہو یعنی پیدل یا سواری پر اور چلتا چلا جا رہا ہو تو روزہ نہ رکھا جائے کیونکہ اس صورت میں افطار ضروری ہے۔

2۔اگر سفر کے دوران کسی جگہ رات ٹھہرنا ہے اور سہولت میسر ہے یا صبح جا کر شام کو گھر واپس آ جانا ہے تو روزہ رکھا جا سکتا ہے۔روزہ رکھنے اور نہ رکھنے دونوں کی اجازت ہے۔

3۔اگر کسی جگہ پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنا ہے تو وہاں سحری کا انتظام کیا جائے اور روزہ رکھا جائے

سوال:۔ اگر کسی روزہ دار کو سفر کرنے کی ضرورت پیش آئے تو کیا وہ روزہ توڑ سکتا ہے؟

جواب: رمضان کے دنوں میں حتی الوسع سفر سے

بچنا چاہئیے اور ضرورت کے وقت ہی سفر پر جانا چاہئیے ۔کونسا سفر ضروری ہے ،اس کا فیصلہ خود سفر کرنے والے کی صوابدید پر ہے اور وہی اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہے ۔ کوئی دوسرا اس کے متعلق فیصلہ نہیں کرسکتا۔باقی سفر کوئی سا ہو جب تک وہ جاری ہے اس میں روزہ نہیں رکھنا چاہئیے ۔

سوال: ۔ رمضان کے مہینے میں اگر کسی سرکاری ملازم کو فوری طور پر سفر کرنے کا حکم ظہر اور عصر کے درمیان یا دن کے کسی حصہ میں ملتا ہے تو کیا اُسے روزہ توڑ دینا چاہئیے ؟

جواب :۔اگر کوئی خاص تکلیف یا حرج نہ ہو تو ایسی حالت میں روزہ پورا کرسکتا ہے۔

نمازِ تراویح

الف :۔ قیام نماز جسے عوام الناس تراویح کہتے ہیں کوئی الگ نماز نہیں ، وہی تہجد کی نماز ہے متقی مسلمان بارہ مہینے پڑھتے ہیں ۔ہاں رمضان میں زیادہ اہتمام کرتے ہیں ۔ اول طریق یہ ہے اپنے اپنے گھروں میں پڑھیں۔

ب۔ لیکن عام طور پر یہی مناسب ہے کہ اگر کوئی حافظ میسر ہو تو سحری کھانے سے پہلے پچھلی رات باجماعت ادا کرلیں ۔کیونکہ بعض لوگ اکیلے اکیلے پڑھنے میں سستی کرتے ہیں۔

ج ۔اگر پچھلی رات نہیں پڑھی جاسکتی تو عشاء کی نماز کے بعد پڑھ لیا کریں ۔حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہء خلافت میں صحابہ کو ایک امام کے پیچھے جمع کر دیا تھا۔

د۔11 رکعت مع وتر

ہ۔تراویح اور تہجد ایک ہی چیز ہے۔بعض لوگ جو ان کو دو الگ الگ عبادتیں خیال کرکے دونوں کو ادا کرتے ہیں یہ غلطی ہے۔ (الفضل 28۔جولائی 1914)

و۔رمضان شریف میں تراویح کے لئے کسی غیر حافظ کا قرآن دیکھ کر حافظ کو بتلانے کے متعلق دریافت کیا تو حضور نے فرمایا'' میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فتویٰ اس کے متعلق نہیں دیکھا۔اس پر مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مولوی فاضل نے کہا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے جائز قرار دیا ہے فرمایا:۔ جائز ہے تو اس سے بہت فائدہ ہوسکتا ہے اور اس کے لئے یہ انتظام بھی ہوسکتا ہے کہ ایک شخص تمام تراویح میں بیٹھ کر نہ سنتا رہے بلکہ چار آدمی دو دو رکعت کے لئے سنیں ۔اس طرح ان کی چھ چھ رکعتیں ہو جائیں گی۔

عرض کیا گیا کیا فقہ اس چیز کو جائز ٹھہراتی ہے؟

فرمایا:۔اصل غرض تو یہ ہے کہ لوگوں کو قرآن کریم سننے کی عادت ڈالی جائے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ فتویٰ تو ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے ہے جیسے کوئی کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر ہی پڑھ لے یا جس طرح کسی شخص کے کپڑے کو غلاظت لگی ہو اور وہ اُسے دھو نہ سکے تو اُسی طرح نماز پڑھ لے۔کوئی مسئلہ نہیں بلکہ ضرورت کی بات ہے۔

(الفضل 21۔فروری 1930)

حضرت عائشہؓ کے خادم ذکوان نماز تراویح کی امامت میں قرآن پاک دیکھ کر پڑھتے تھے اور حضرت عائشہؓ ان کے پیچھے نماز پڑھتیں اور قرآن کریم سنتیں۔

(کشف الغمہ جلد 1ص 187)

سوال:۔ نماز تراویح کتنی رکعت پڑھنی چاہئیے ۔آٹھ، بیس یا چھتیس۔

جواب:۔ ہمارے نزدیک نماز تراویح نماز تہجد کا ہی حصہ ہے اور اس کے متعلق سنت طریق جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ عمل فرمایا وہ آٹھ رکعت ہی ہے چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ ہمیشہ آٹھ رکعت ہی تہجد پڑھا کرتے تھے ۔باقی اگر کوئی بیس یا چھتیس رکعت پڑھے تو یہ بھی جائز ہے،اس میں حرج نہیں کیونکہ یہ نفلی نماز ہے ۔تاہم حضرت امام ابو حنیفہؒ کا مسلک بیس رکعت کا ہے اور حضرت امام مالکؒ کا چھتیس رکعت کا۔ جماعت احمدیہ آٹھ جمع تین وتر کل گیارہ رکعت کے مسلک کو ترجیح دیتی ہے کہ یہ مستند روایتوں کے بھی مطابق ہے ۔اس میں سہولت بھی ہے ۔ قیام کے لمبا کرنے اور قرآن پاک کے زیادہ پڑھنے کا موقع بھی ملتا ہے۔

سوال:۔تہجد اور نماز تراویح ایک ہی نماز کے دو نام ہیں یا یہ الگ الگ نمازیں ہیں ۔اگر یہ ایک نماز ہے تو پھر بیس رکعت کے کیا معنی؟

جواب:۔تہجد اُس نماز کو کہتے ہیں جو رات کے پچھلے حصہ میں انسان نیند سے بیدار ہو کر پڑھتا ہے ۔رمضان المبارک کی فضیلت اور عوام میں قرآن پاک سننے کے ذوق کو فروغ دینے کی بناء پر حضرت عمرؓ کی تلقین کے مطابق رات کے اول حصہ میں اس نماز کا رواج پڑا اور اس نماز کا نام تراویح مشہور ہوا کیونکہ چار رکعت ادا کرنے کے بعد کچھ دیر ستانے اور ٹھہرے رہنے کی ہدایت ہے ۔باقی رہی رکعت کی تعداد تو جماعت احمدیہ کے نزدیک یہ.....آٹھ رکعت ہی مسنون ہے ۔ہاں اگر کوئی چاہے تو بیس بھی پڑھ سکتا ہے۔جب ایک نماز ہے ہی نفلی تو اس بارہ میں پھر یہ شدت کیوں کہ اتنی رکعتیں چاہئیں یا اتنی ۔نفل کی تو جس قدر رکعتیں انسان چاہے پڑھ سکتا ہے۔

جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے وہ تو یہی ہے کہ آپؐ بالعموم رمضان اور غیر رمضان میں رات کی نماز آٹھ رکعت تہجد اور تین وتر سے ہی پڑھتے تھے۔البتہ گاہے بگاہے بیس رکعت پڑھنے کی بھی ہدایت ہے ۔باقی بعض صحابہ کرامؓ اور کئی ایک بعد کے مسلمان 40,36,20 اور 46 تک بھی پڑھ لیتے تھے۔دراصل اس تفاوت کا تعلق قرأت کے لمبا اور چھوٹا کرنے اور سہولت بہم پہنچانے سے ہے نہ کہ کسی نص سے ۔چنانچہ علامہ شوکانی نیل الاوطار میں ان تمام روایات پر محاکمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

الحاصل ان الذی دلت علیہ احادیث الباب

وما یشا بهها وهو مشروعیة القیام فی رمضان والصلوٰة فی جماعة وفرادیٰ فقصر الصلوٰة المسماة بالتراویح علیٰ عدد معین وتخصیصها بقرأة مخصوصة لم یرد به السنة (نیل 3-53)

یعنی مختلف احادیث سے جو بات ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ رمضان کی راتوں میں زیادہ دیر تک جاگ کر نفل نماز پڑھنی چاہیئے ۔ یہ نماز باجماعت بھی ہوسکتی ہے اور علیحدہ علیحدہ بھی ۔ باقی اس نماز کی رکعات کی تعداد کیا ہو اس بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ تو کوئی صریح ارشاد موجود ہے اور نہ ہی آپؐ کے عمل میں گیارہ رکعت سے زیادہ کی کوئی سنت موجود ہے۔

سوال:۔ رمضان کے مہینہ میں اگر مغرب کی نماز میں بارش ہو رہی ہو تو کیا مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع ہوسکتی ہیں جبکہ تراویح کا باقاعدہ انتظام ہو؟

جواب:۔ رمضان کے مہینہ میں ضرورت کے پیش نظر بمطابق فیصلہ حاضر احباب مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں ۔ اگر تراویح پڑھنا ہو تو جمع کرنے کے معا بعد پڑھی جاسکتی ہیں ۔ اصولاً اس تقدیم وتاخیر میں کوئی شرعی امر مانع نہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ ایسی صورت میں کچھ دیر کر کے عشاء کے وقت کے قریب دونوں نمازیں جمع کی جائیں اور پھر تراویح کی نماز ادا ہو۔

سوال:۔ رمضان المبارک کی تراویح میں ختم قرآن پاک کے بعد حافظ صاحب کم وبیش رکوع دو رکوع شروع سے پڑھتے ہیں ۔ کیا یہ جائز ہے؟

جواب:۔ ایسا تفاؤل کے طور پر کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آئندہ رمضان میں پھر قرآن پاک سنانے کی توفیق دے ۔ تاہم یہ کوئی سنت نہیں اور نہ ہی ایسا کرنے کا حکم ہے ۔ اور اگر کوئی ایسا نہ کرے تو بھی حرج نہیں۔

سوال:۔ 27۔ رمضان المبارک یا کسی اور دن سارا ایک ہی دن میں قرآن کریم ختم کرنے کا رواج ہے ۔ یہ ختم بعض اوقات ایک ہی آدمی رات بھر میں کرتا ہے یا بعض آدمی مل کر قرآن کریم کے حصے کر کے ختم کرتے ہیں؟

جواب:۔ بعض لوگ جو ایک رات میں قرآن کریم ختم کرنا فخر سمجھتے ہیں وہ حقیقت میں لاف مارتے ہیں ۔ دنیا کے پیشہ ور لوگ بھی اپنے اپنے پیشہ پر ناز کرتے ہیں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اس طریق سے قرآن کریم ختم نہیں کیا بلکہ چھوٹی چھوٹی سورتوں پر آپؐ نے اکتفا کیا۔

سوال:۔ نماز تراویح میں ختم قرآن کے موقع پر اگر حافظ صاحب کو کچھ نقدی یا کپڑوں کی صورت میں دیا جائے تو کوئی ممانعت تو نہیں ۔ اگر نہیں تو کیا یہ مستحسن ہے؟

جواب:۔ اس کا رواج چل پڑا ہے اور حافظ صاحبان دور دراز کا سفر اختیار کر کے اس قسم کے مفاد حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ یہ حالت امتِ محمدیہ علیٰ صاحبها الصلوٰة والسلام کیلئے بڑی نامناسب ہے اور صرف اس وجہ سے پیدا ہوئی ہے کہ صاحبِ استطاعت لوگوں نے اپنی اولادوں کو قرآن حفظ کروانے اور تراویح میں سنانے سے غفلت برتی ہے ۔ لیکن جب کہ حال یہ ہے کہ حفاظ باوجود غیر معمولی محنت کے گزارہ کے لحاظ سے بڑی قابل رحم حالت میں ہیں اور قوم کو اس کے تدارک کا خیال نہیں تو ایسی صورت میں اگر تراویح پڑھانے والے حافظ کی نقدی سے امداد کی جائے تو اس میں غریب پروری کے ساتھ ساتھ امت کے ایک حصہ میں حفظ قرآن کے شوق کو زندہ رکھنے کی کوشش کے آخری نشان دیکھے جاسکتے ہیں اور اس لحاظ سے ہم اسے ''بحالت مجبوری'' غیر مستحسن فعل نہیں کہہ سکتے۔

سوال: نماز تراویح کے موقع پر جب ختم قرآن ہو تو مٹھائی وغیرہ کا تقسیم کیا جانا اسلامی نقطۂ نگاہ سے ممنوع تو نہیں؟

جواب: ۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں اس طرح سے ایسے موقع پر مٹھائی تقسیم کا رواج نہ تھا ۔ اس لئے یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ یہ امر کوئی سنت یا مستحب ہے ہاں اگر کوئی اپنی خوشی سے مٹھائی تقسیم کرے تو وہ ایسا کرسکتا ہے ۔ لیکن اسے ایک رسم نہ بنایا جائے اور نہ ہی اسے ایک شرعی حکم سمجھ کر اس پر ثواب وعقاب کی بنیادیں کھڑی کی جائیں۔

اعتکاف

فرمایا:۔ اعتکاف کے لئے بیسویں کی صبح کو بیٹھتے ہیں ۔ کبھی دس دن ہوجاتے ہیں اور کبھی گیارہ ...... ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کو قبولیت دعا کا وقت بتانے کے لئے باہر نکلے تھے مگر اس وقت دو آدمی آپس میں لڑتے ہوئے آپؐ نے دیکھے تو فرمایا کہ تم کو دیکھ کر مجھے وہ وقت بھول گیا ہے مگر اتنا فرما دیا کہ ماہ رمضان کی آخری دس راتوں میں یہ وقت ہے ۔ صوفیاء نے لکھا ہے کہ ان راتوں کے علاوہ بھی یہ وقت آتا ہے مگر رمضان کی آخری راتوں میں قبولیت دعا کا خاص وقت ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے تجربہ کی بناء پر فرمایا کہ ستائیسویں کی رات کو یہ وقت ہوتا ہے۔

(الفضل 12۔نومبر 1914)

جہاں احمدیہ مسجد نہ ہو تو گھر میں اعتکاف بیٹھ سکتے ہیں؟

ایک شخص کے خط کے جواب میں فرمایا:۔

''مسجد کے باہر اعتکاف ہوسکتا ہے مگر مسجد والا ثواب نہیں مل سکتا''

(فائل مسائل دینی دفتر پرائیویٹ سیکرٹری)

سوال:۔ کیا معتکف بحالت اعتکاف مسجد سے باہر جاسکتا ہے؟ نیز ملازم وغیرہ دفتر ٹائم میں دفتر کا کام کرنے کے لئے مسجد سے باہر آسکتا ہے؟

جواب:۔ حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ سنت یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کی پیروی یہ ہے کہ معتکف نہ تو بیمار کی عیادت کے لئے جائے اور نہ ہی جنازہ میں شامل ہو ۔ وہ صرف حوائج ضروریہ کے لئے ہی باہر جاسکتا ہے ۔ لیکن اس کے ساتھ ہی بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ معتکف حوائج ضروریہ کے علاوہ بعض اور ضرورتوں کے لئے مسجد سے باہر جاسکتا ہے کیونکہ:۔

1۔ممانعت کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی صریح ارشاد موجود نہیں۔

2۔اعتکاف کا لغوی مفہوم صرف یہ ظاہر کرتا ہے کہ انسان عبادت کی نیت سے مسجد میں کچھ عرصہ کیلئے بیٹھے ۔۔۔ اور بعض روایات سے بھی اشارۃً اس کی تائید ہوتی ہے کہ انسان ضرورت کے پیش نظر مسجد سے باہر جا سکتا ہے۔

مثلاً ایک بار حضرت صفیہؓ رات کو آپؐ سے ملنے گئیں اور دیر تک باتیں کرتی رہیں اور جب واپس ہوئیں تو آپؐ معتکف ہونے کے باوجود انہیں گھر تک پہنچانے آئے حالانکہ اُن کا گھر مسجد سے کافی دور تھا۔

اسی طرح آپؐ نے فرمایا اعتکاف صرف رات رات کا بھی ہو سکتا ہے (بخاری)

نیز فقہی اصول کے مطابق جس امر کے جائز ہونے کا ائمہ میں سے کوئی امام قائل ہوا سے ضرورت اور مجبوری کے حالات میں اختیار کرنا جائز ہے۔

پس جو لوگ اپنے ضروری کاموں کی وجہ سے اعلیٰ درجہ کا عین سنت کے مطابق اعتکاف نہیں بیٹھ سکتے وہ ان دلائل کے پیش نظر دوسرے درجہ کے اس اعتکاف میں شامل ہو سکتے ہیں تاکہ ثواب سے وہ بالکل محروم نہ رہیں۔تاہم یہ ایک جزوی اعتکاف ہوگا۔سابقہ آئمہ میں سے جو لوگ اس قسم کے اعتکاف کے جائز ہونے کے قائل ہیں اُن کے نام یہ ہیں۔حضرت علیؓ ،امام احمدؒ سعید بن جبیرؒ امام قتادہؒ، امام ابراہیم نخعیؒ امام حسن بصریؒ۔

(اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالکؒ 112.3)

ایک شخص کا سوال حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوا کہ جب آدمی اعتکاف میں ہو تو اپنے دنیوی کاروبار کے متعلق بات کر سکتا ہے یا نہیں؟ فرمایا:۔

''سخت ضرورت کے سبب کر سکتا ہے اور بیمار کی عیادت کے لئے اور حوائج ضروری کے واسطے باہر جا سکتا ہے۔''

(بدر 21۔فروری 1907 بحوالہ فتویٰ مسیح موعودؑ ص 138)

سوال:۔ کیا اعتکاف کی حالت میں مسجد میں بیٹھ کر حجامت بنوانا اور بال کٹوانا درست ہے؟ کیا اس سے آدابِ مسجد میں کوئی نقص لازم نہیں آتا؟

جواب:۔ اعتکاف کی حالت میں بال کٹوانا اور حجامت بنوانے میں کوئی حرج نہیں البتہ مسجد کے اندر اسے ناپسند کیا گیا ہے کیونکہ یہ امر مسجد کے احترام اور اس کے آداب کے خلاف ہے۔اکثر علماء امت کا یہی مسلک ہے۔چنانچہ مؤطا امام مالکؒ کی شرح اوجز المسالک میں ہے:۔

ویکرہ حلق الرأس (فیہ مطلقاً ای معتکفاً کان اوغیر معتکفاً وذلک لحرمۃ المسجد (112.3)

یعنی مسجد میں بال کٹوانا ناپسندیدہ ہے۔یہ حکم صرف مسجد کے احترام کے پیش نظر ہے اعتکاف کی وجہ سے نہیں۔ روایت میں آتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بالوں میں کنگھی کرانے کی ضرورت محسوس ہوتی تو آپؐ اپنا سر مسجد کی کھڑکی سے باہر کر دیتے اور حضرت عائشہ جو اپنے حجرہ میں ہوتیں آپؐ کو کنگھی کر دیتیں۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں کنگھی کرنے میں بھی احتیاط فرماتے تھے۔

علماء کی یہ رائے بھی ہے کہ ناخن اُتروانے اور صفائی وغیرہ کی اگر ضرورت پیش آئے تو نہانے کے لئے جب مسجد سے باہر جائے تو وہاں یہ کام کرے۔گویا مسجد میں ناخن وغیرہ اتروانے کو بھی ناپسند کیا گیا ہے۔

فدیہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

''اگر انسان مریض ہو خواہ وہ مرض لاحق ہوا ہو یا ایسی حالت میں ہو جس میں روزہ رکھنا یقیناً مریض بنادے گا جیسے حاملہ یا دودھ پلانے والی عورت یا ایسا بوڑھا شخص جس کے قویٰ میں انحطاط شروع ہو چکا ہے۔یا پھر اتنا چھوٹا بچہ جس کے قویٰ نشوونما پا رہے ہیں تو اُسے روزہ نہیں رکھنا چاہئیے اور ایسے شخص کو اگر آسودگی حاصل ہو تو ایک آدمی کا کھانا کسی کو دے دینا چاہئیے اور اگر یہ طاقت نہ ہو تو نہ سہی۔ایسے شخص کی نیت ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُس کے روزے کے برابر ہے۔

اگر روک عارضی ہو اور بعد میں وہ دور ہو جائے تو خواہ فدیہ دیا ہو یا نہ دیا ہو روزہ بہر حال رکھنا ہوگا۔فدیہ دے دینے سے روزہ اپنی ذات میں ساقط نہیں ہو جاتا بلکہ یہ تو محض اس بات کا بدلہ ہے کہ ان دنوں میں باقی مسلمانوں کے ساتھ مل کر اس عبادت کو ادا نہیں کر سکتا یا اس بات کا شکرانہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ عبادت کرنے کی توفیق بخشی ہے کیونکہ روزہ رکھ کر جو فدیہ دیتا ہے وہ زیادہ ثواب کا مستحق ہوتا ہے کیونکہ روزہ رکھنے کی توفیق پانے پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور جو روزہ رکھنے سے معذور ہو وہ اپنے اس عذر کی وجہ سے دیتا ہے۔آگے یہ عذر دو قسم کے ہوتے ہیں ،عارضی اور مستقل ان دونوں حالتوں میں فدیہ بھی دینا چاہئیے اور پھر جب عذر دور ہو جائے تو روزہ بھی رکھنا چاہئیے۔غرضیکہ خواہ کوئی فدیہ بھی دیدے لیکن سال دو سال تین سال بعد جب بھی صحت اجازت دے اُسے پھر روزہ رکھنا ہوگا سوائے اس صورت کے کہ پہلے مرض عارضی تھا اور صحت ہونے کے بعد وہ ارادہ ہی کرتا رہا کہ آج رکھتا ہوں کل رکھتا ہوں کہ اس دوران میں اس کی صحت پھر مستقل طور پر خراب ہوگئی تو ایسی صورت میں فدیہ کفایت کرے گا۔''

(الفضل 10۔اگست 1945)

سوال:۔ فدیہ رمضان کس پر واجب ہے۔کیا بوڑھا، ضعیف، دائم المریض، حاملہ، مرضعہ وغیرہ جو آئندہ رمضان تک گنتی پوری کرنے کی توقع نہیں رکھتے صرف یہی لوگ فدیہ دے سکتے ہیں یا اُس شخص کو بھی فدیہ دینا چاہئیے جو وقتی طور پر بیمار ہو کر چند روزے چھوڑ دینے پر مجبور ہو جاتا ہے اور رمضان کے بعد تندرست ہو کر عدت

پوری کرنے کی توقع رکھتا ہے۔ نیز فدیہ کی مقدار کیا ہے؟

جـــواب : ۔ عام ہدایت یہ ہے کہ انسان روزے بھی رکھے اور اگر استطاعت ہو تو فدیہ بھی ادا کرے روزوں کا رکھنا فرض ہوگا اور فدیہ ادا کرنا سنت باقی رمضان کے روزوں کا فدیہ اُس شخص پر واجب نہیں جو وقتی طور پر بیمار ہو کر چند روزے چھوڑ دینے پر مجبور ہو گیا ہو۔ سوائے اس کے کہ وہ اُن روزوں کی قضاء سے پہلے پہلے ہی اپنے مولیٰ کو پیارا ہو جائے۔ اس صورت میں اُس کے ورثاء پر لازم ہوگا کہ وہ اُس کی طرف سے ان روزوں کا فدیہ ادا کریں یا اتنے روزے رکھیں جو اُس سے رہ گئے ہیں۔

رمضان کے روزوں کا لازمی طور پر فدیہ صرف ایسے لوگوں پر واجب ہے جن کے متعلق یہ توقع نہ ہو کہ مستقبل قریب میں ان روزوں کی قضاء کی طاقت حاصل کر سکیں گے۔ مثلاً بوڑھا ضعیف ہے یا دائم المریض یا حاملہ یا مرضعہ ہے۔ (بدایتہ المجتہد جلد اوّل۔205 واوجز المسالک جلد3۔37 وترمذی کتاب الصوم)

فدیہ کی مقدار کیا ہے؟ اس بارہ میں اصولی ہدایت یہ ہے کہ ارشاد الٰہی من اوسط ما تطعمون اهليكم کو مدنظر رکھا جائے۔ یعنی جس معیار کا کھانا انسان گھر میں بالعموم کھاتا ہے اتنی مقدار ایک دن کے فدیہ کی ہو۔ البتہ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے اس کا اندازہ گندم کا نصف صاع یعنی پونے دو سیر کے قریب بیان کیا ہے۔

سـوال : ۔ ایک ہی شخص کو اگر ایک وقت کا کھانا روزانہ دیا جائے تو کیا اس طرح سے روزہ کا فدیہ ادا ہو جائیگا۔ مثلاً ایک شخص ماہ رمضان کے روزے نہیں رکھتا اور اس کی بجائے دو ماہ تک ایک شخص کو ایک وقت کا کھانا دیتا رہتا ہے کیا یہ جائز ہے؟

جـــواب : ۔ روزہ کا فدیہ کسی کو بھی دیا جا سکتا ہے تاہم بہتر اور زیادہ ثواب کا موجب یہ ہے کہ کسی نیک، متقی، پابندِ صوم وصلوٰۃ کو دیا جائے۔

اصل یہ ہے کہ فدیہ میں صبح وشام کا کھانا دیا جائے اگر ایک ہی شخص کو روزانہ صرف ایک وقت مثلاً شام کا کھانا دیا جائے تو اس طرح دو ماہ کھلانے سے ایک ماہ کے روزوں کا فدیہ تو ہو جائے گا لیکن یکمشت ادا کرنا یا راشن کی صورت میں دینا زیادہ بہتر ہے۔

نماز عید

سـوال : ۔ کیا عید کی نماز واجب ہے؟

جـــواب : ۔ عید کی نماز سنت مؤکدہ ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عید کے لئے عام لوگوں کے علاوہ عورتیں اور بچے بھی آئیں۔ البتہ حائضہ عورتیں نماز میں شامل نہ ہوں، وہ الگ بیٹھ کر تکبیر وتحمید میں مشغول رہیں۔

عید کی نماز با جماعت ہو سکتی ہے یہ اکیلے جائز نہیں۔ تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھ کر پہلی رکعت میں سات تکبیریں کہی جائیں۔ امام بلند آواز سے یہ تکبیریں کہے گا اور مقتدی آہستہ آہستہ ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ کانوں تک بلند کر کے سیدھے چھوڑ دیں باندھے نہ جائیں۔ جب امام قرأت شروع کرے تو باندھ لئے جائیں۔ پھر دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے اسی طرح پانچ تکبیریں کہی جائیں۔ اگر امام یہ تکبیریں نہ کہے اور بھول جائے تو اس غلطی کے تدارک کے لئے سجدہ سہو کرنا ضروری ہوگا۔

عید کی نماز کا وقت صبح سورج اندازاً نیزہ برابر نکل آنے کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور دوپہر یعنی زوال سے قبل تک رہتا ہے۔ تاہم جلد نماز پڑھنا زیادہ ثواب کا موجب ہے۔

تکبیرات عید

سـوال : ۔ تکبیرات عید کے متعلق جماعت کا کیا مسلک ہے۔ کتنی تکبیریں کہنی چاہئیں۔ اگر دوسری رکعت میں بھول کر یا جان کر قرأت کے بعد رکوع سے قبل تکبیریں کہی جائیں تو کوئی حرج تو نہیں۔ کیا اس سے سجدہ سہو لازم آتا ہے؟

جـواب : ۔ عید کی تکبیروں کے بارہ میں جماعت احمدیہ کا مسلک یہ ہے کہ پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات زائد تکبیریں اور دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں کہی جائیں ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ کانوں تک اٹھائے جائیں اور پھر کھلے چھوڑ دیئے جائیں پہلی رکعت میں ساتویں اور دوسری میں پانچویں تکبیر کے بعد ہاتھ سینہ پر باندھ لئے جائیں اور قرأت شروع کی جائے۔

جماعت کا یہ مسلک حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کے مطابق ہے لیکن اس کے باوجود اگر کوئی بھول جائے یا کسی اور وجہ سے قرأت کے بعد تکبیریں یا تکبیروں کی تعداد میں کمی بیشی کرے مثلاً پہلی رکعت میں چار اور دوسری میں تین تکبیریں کہے تو ایسا کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی اور نہ ہی سجدہ سہو لازم آتا ہے البتہ اس طریق کو دستور العمل بنانا درست نہیں۔

عید کارڈ

عید الفطر کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے نام بھی رنگین عید کارڈ باہر سے آئے۔ حضرت امیر المومنین نے فرمایا: ''یہ اسراف ہے اور بے ضرورت روپیہ ضائع کیا جاتا ہے۔ بہتر ہو کہ لوگ اس کو دین کی تبلیغ میں خرچ کریں ہم نے دیکھا ہے کہ نوجوانوں اور چھوٹے بچوں میں اس کا بہت رواج ہے۔ بچے بلکہ بعض ادھیڑ عمر حضرات بڑی بڑی قیمت کے کارڈ خرید کر پھر لفافوں میں بند کر کے دوستوں کو بھیجتے ہیں، یہ بہت برا دستور ہے۔ احباب کو چاہئیے کہ اس رسم کو ترک کر دیں ۔۔۔ اگر کوئی دکاندار لائے تو اُس سے نہ خریدے جائیں ۔۔۔ کیونکہ یہ فضول خرچی ہے اور اسلام فضول خرچی کو نہایت نفرت کی نظر سے دیکھتا ہے۔''

(الفضل 15۔ستمبر 1917)

☆=......=......=......=☆

لیلۃ القدر کی برکت و عظمت

لطف الرحمٰن محمود

روحانی بہار کا موسم

دُنیا میں کئی کیلینڈر رائج ہیں۔ ہر تقویم میں سال کے بارہ مہینوں کے اپنے نام ہیں۔ ہجری تقویم کے نویں مہینے 'رمضان' کو ہم روحانی بہار کا موسم کہہ سکتے ہیں۔ اس کا نام سُنتے ہی اہلِ ایمان' روحانی' اخلاقی' علمی' معاشرتی حتیٰ کہ روزوں سے وابستہ جسمانی برکات کو سمیٹنے کیلئے متحرک ہوجاتے ہیں۔

زباں پہ بارِ خدا یا یہ کس کا نام آیا
کہ نُطق نے بوسے میری زباں کے لئے

اس مہینے میں بندے اور اُس کے خالق و مالک کے درمیان کیا کیا راز و نیاز ہوتے ہیں اور ربط و وصال کے کیسے کیسے سامان بہم ہوتے ہیں' یہ صرف وہی خوش نصیب جانتے ہیں جو اس کوچہء دلدار کے آداب سے شناسا ہیں۔ حصولِ تقویٰ اور ایصالِ خیر کے میلانات قوی ہوجاتے ہیں نیز معصیت اور بغاوت کے رجحانات کے اردگرد ظاہری اور باطنی حصار تعمیر ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بالفاظِ دیگر جنت کے دروازے کھلتے ہیں اور شیطان اور اُس کے چیلے چانٹے پابہ زنجیر ہوکر رہ جاتے ہیں۔ قرآن مجید جیسی عظیم الشان کتاب میں اس مہینے کا نام لے کر اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ (البقرۃ: 186)۔

ماہِ صیام سے متعلق آیات میں' اہلِ ایمان کیلئے' روزے کے نظم وضبط اور روحانی پروگرام کے نتیجے میں تین مقاصد ومنازل کی نشاندہی کی گئی ہے:

لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْن (حصولِ تقویٰ)
لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْن (توفیقِ شکر)
لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ (جادۂ رُشد وہدایت پر گامزن رہنا)

اگر رمضان المبارک یہ تین تبدیلیاں پیدا کئے بغیر' یا پہلے ہی سے موجود ان خصوصیات کو مزید اُجاگر کئے بغیر گزر گیا تو سمجھ لیجئے کہ اس مُقدّس ومحترم مہمان کے اکرام کا حق ادا نہیں ہوسکا اور نہ ہی اُس کی فیض رسانی سے صحیح رنگ میں متمتع ہونے کی توفیق ارزانی ہوئی۔ بالفاظِ دیگر ایسا شخص رمضان کی آمد ورفت کے حوالے سے احتساب وایمان کے معیار پر پورا نہیں اترا۔ حدیث کے الفاظ کے مطابق' ایسے روزہ دار کو بھوک اور پیاس سے تو حصہ ملا مگر وہ اجر وثواب کے خزانے سمیٹنے میں ناکام رہا!

قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مبارک مہینے کو دو باتوں سے خاص نسبت ہے۔ اوّل نزولِ قرآن سے اس کا تاریخی تعلق اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ رمضان المبارک' نزولِ قرآن کے آغاز کی سالگرہ ہے۔ بعض مفسرین نے اسے یوں بیان کیا ہے کہ رمضان کی اُس بابرکت رات (لَیْلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ۔ سورۃ الدخان آیت 4) میں قرآن مجید لوحِ محفوظ سے سماء الدنیا کے بیت العزّت میں اتارا گیا جہاں سے' حسبِ موقع اور حسبِ ضرورت 23 سال تک یہ روحانی مائدہ نازل ہوتا رہا۔ رمضان کی دوسری خصوصیت "قبولیتِ دُعا" کی زندگی بخش برکت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے حوالے سے' قبولیتِ دُعا کے نشان کو اپنی ہستی کے ثبوت کے طور پر پیش فرمایا ہے۔ قبولیتِ دُعا کا نشان یوں تو سال کے کسی مہینے میں بلکہ عمر ناپائیدار کے کسی دَور میں' عطا کیا جاسکتا ہے' مگر رمضان المبارک میں اس میں گونا آسانی اور فراوانی کی کیفیات پیدا ہوجاتی ہیں۔

کُتبِ حدیث میں اس ماہِ معظم کی شان میں بہت کچھ موجود ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے اسے "اللہ کا مہینہ"، "صبر کا مہینہ"، "ہمدردی کا مہینہ" اور "مہینوں کا سردار" کہہ کر یاد فرمایا ہے۔ اس کے تین عشروں کی امتیازی خصوصیات کی بھی تعیین کی گئی ہے۔ پہلا عشرہ رحمت' درمیانی عشرہ مغفرت اور آخری عشرہ جہنم سے آزادی دلانے والا ہے۔ اگر کوئی خوش قسمت' صدقِ دل سے' ایمان و احتساب کے ساتھ اس روحانی پروگرام پر عمل کرتا ہے تو وہ ایک نومولود کی طرح گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے۔

آخری عشرے کا جلال وجمال

رمضانِ کریم جس طرح شاہراہِ روحانیت کا ایک اہم

سنگِ میل ہے اسی طرح اس ماہِ مبارک کا آخری عشرہ اس کی معراج ہے۔ اعتکاف کی عبادت اور لیلۃ القدر کی نعمت اس الوداعی عشرے کی خصوصیات میں شامل ہیں۔ بندگانِ الٰہی، اللہ تعالیٰ کی محبت سے سرشار ہوکر، مسجد میں گوشہ نشین ہوجاتے ہیں۔ اوران کی تمام محبت اور توجہ کا مرکز اللہ تعالیٰ کی ذات ہوجاتی ہے۔ پہلے دوعشروں کی راتوں میں رفیقہء حیات سے قُربت کی اجازت ہے مگر حالتِ اعتکاف میں اس اظہارِ محبت سے بھی رُکنا پڑتا ہے۔غرض ایسے خوش قسمت افراد دنیاوی تفکرات اور خواہشات سے بالا تر ہوکر روحانی لذّات میں ڈُوب جاتے ہیں۔ خواتین اپنے گھر ہی کے کسی پاک صاف کمرے یا حصے کو ''عبادت گاہ'' قراردے کروہاں معتکف ہوسکتی ہیں۔ معتکف حضرات وخواتین اپنا زیادہ سے زیادہ وقت عبادت، تلاوت، دینی مطالعہ، ذکرِ الٰہی، استغفار، درود شریف اوردعاؤں میں صرف کرتی ہیں۔لیلۃ القدر کو آخری عشرے کی پانچ طاق راتوں (اکیسویں، تیئسویں، پچیسویں، ستائیسویں اور اُنتیسویں) میں سے ایک رات سے مخصوص سمجھا جاتا ہے اس رات کا قبولیتِ دعا سے ایک خاص تعلق ہے۔ باقی اہلِ ایمان بھی لیلۃ القدر کی برکات سے بہرہ مند ہوسکتے ہیں مگر معتکفین کیلئے اس سے مستفیض ہونے کے امکانات بہت زیادہ ہیں۔ مسجد میں اعتکاف کرنا، حضرت نبی کریم ﷺ کی سُنّتِ مبارکہ ہے۔ اُمہات المؤمنینؓ بھی آقائے نامدارؐ کے تتبع میں اعتکاف کا اہتمام فرماتیں۔ حضرت رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد بھی انہوں نے اس سنت کو زندہ رکھا۔ اتباعِ سنت کا یہی جوش وخروش صحابہ کرامؓ میں بھی موجزن رہا۔ اورنسل درنسل جاری رہا۔

ضمناً عرض ہے کہ یہ سنت 14 صدیوں کا سفر طے کرنے کے بعد، اب بھی زندہ ہے۔ ربوہ میں اِس عاجز نے طالب علمی کے زمانے میں، سالہا سال تک مسجد مبارک میں کپڑے کی چادروں سے بنے ہوئے، معتکفین کے چھوٹے چھوٹے Cabins کا شہر آباد دیکھا ہے۔ جن میں سجدوں سے معمور تنجگوں کی روشنی رہتی تھی۔ سیرالیون میں بھی، بلالی بھائیوں اور پاکستانی دوستوں کو اعتکاف کرتے دیکھا ہے۔ یہاں Round Rock کی مسجد میں، اللہ تعالیٰ، دوسال سے یہ توفیق ایک سفید فام نومسلم امریکن کو عطا کررہا ہے۔ بعض خواتین اپنے گھروں میں اعتکاف کرتی ہیں۔ اسی طرح امریکہ کے طول وعرض میں، دوسرے مقامات پر بھی افرادِ جماعت کو اس سنت کے احیاء کی توفیق ملتی ہے۔

لیلۃ القدر کی ظاہری اور باطنی تعبیر وتشریح

قرآن مجید کی سورۃ القدر میں لیلۃ القدر اور اس کی اہم خصوصیات و برکات کا ذکر موجود ہے۔ اس کی اوّل اور مشہور تعبیر یہی ہے کہ یہ رمضان المبارک کے آخری عشرے کی ایک نہایت مبارک طاق رات ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

تَحَرَّوْا لَیْلَۃَ الْقَدْرِ فِی الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَّمَضَانَ۔

(بخاری کتاب الصوم، جلد اوّل، ناشر جھانگیر بک ڈپو، لاھور صفحہ 822)

آخری عشرے کی ان پانچ طاق راتوں میں سے یہ کون سی رات ہے، اس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وضاحت نہیں فرمائی۔ بخاری شریف کے مندرجہ بالا صفحہ پر ہی حضورؐ کے ایک خواب کا ذکر محفوظ ہے۔ حضورؐ نے صحابہ کو بتایا کہ خواب میں لیلۃ القدر کو دیکھا ہے اور مزید فرمایا:

اِنِّیْ اَسْجُدُ فِیْ مَاءٍ وَّطِیْنٍ

یعنی بارش کی وجہ سے زمین پر جو کیچڑیا گارا سا بن گیا، اس میں سجدہ کررہا ہوں۔ حضورؐ اعتکاف کی وجہ سے مسجد نبوی میں مقیم تھے۔ اُس رات بارش ہوئی اور کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی مسجد کی چھت سے پانی ٹپکا۔ اور فرش پر کیچڑ بن گیا۔ ایک دوسرے صحابی نے اس واقعہ کی مزید تفصیل دی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ رمضان کی اکیسویں رات تھی۔ اور میں نے فجر کی نماز کے بعد حضورؐ کی پیشانی پر طین اور ماء یعنی کیچڑ دیکھا۔ ایضاً صفحہ 823۔ اس رویائے صالحہ میں اُس رمضان کی لیلۃ القدر کا ذکر ہے۔ حضرت رسول کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق لیلۃ القدر دُوسری طاق راتوں میں بھی آسکتی ہے۔ لیلۃ القدر کی تعیین کے حوالے سے چالیس کے لگ بھگ آراء موجود ہیں۔ بعض صحابہ کرامؓ کی طرف ستائیسویں رات کی نشاندہی کا ذکر منسوب کیا گیا ہے۔ حتّٰی کہ حضرت اُبی بن کعب کے بارے میں تو یہاں تک کہا گیا ہے کہ وہ ستائیسویں رات کے شبِ قدر ہونے کی قسم بھی کھایا کرتے تھے۔

(تفسیر ضیاء القرآن، جلد پنجم صفحہ620ناشر ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاھور، ایڈیشن1400ھجری)

ذاتی تجربے کی بنیاد پر کسی صحابی یا بزرگ کے کسی خاص تاریخ پر اصرار کو قابلِ اعتراض قرار نہیں دیا جاسکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی ''اپنے تجربے کی بناء پر فرمایا کہ ستائیسویں کی رات کو یہ وقت ہوتا ہے۔''

(ملاحظہ فرمائیے فقہ احمدیہ، ناشر نظارت نشرو اشاعت قادیان، صفحہ 314ایڈیشن 2004)

لیلۃ القدر کی درج ذیل خصوصیات سورۃ القدر میں بیان فرمائی گئی ہیں:

1۔نزول قرآن سے اس کا تعلق

2۔اس سے وابستہ برکات وحسنات اور تاثیرات جو ایک ہزار مہینے سے زاید عرصے پر محیط ہیں۔

3۔اس مبارک رات میں جبریل (روح الامین)

فرشتوں کے جلو میں، اللہ تعالیٰ کے حکم سے، نازل ہوتے ہیں اور نزولِ برکات کا یہ سلسلہ طلوعِ فجر تک جاری رہتا ہے۔

سورۃ القدر میں ’’خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ ‘‘ کا نکتہ خاص توجہ کا محتاج ہے۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں دن، رات اور مہ و سال کی طوالت اور میعاد کے مختلف پیمانے ہیں۔ سورۃ السجدہ آیت 5 میں آسمانوں اور زمین کی پیدائش کیلئے 6 دنوں (ستّة ایام) کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ یہ 6 دن ہمارے ہفتہ کے 24 گھنٹوں والے چھ دن نہیں بلکہ لمبے عرصے، ہزاروں لاکھوں بلکہ کروڑوں سال پر ممتد اَدوار مراد ہیں۔ اسی سورۃ کی اگلی آیت میں ایک دن کی مقدار ایک ہزار سال کے برابر بیان کی گئی ہے۔ سورۃ المعارج کی آیت 5 میں ایک دن کو پچاس ہزار سال کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ یہ تناقض نہیں بلکہ بنیادی طور پر اپنے اپنے سیاق وسباق کے لحاظ سے لمبے عرصے کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ یاد رہے یہی ’’الف‘‘ کا لفظ (ہزار) سورۃ القدر میں بھی موجود ہے۔ اگر ہزار سے Literally ’’ہزار‘‘ ہی کا عدد مراد لیا جائے تب بھی یہ عرصہ تقریباً 84 سال بنتا ہے جو ایک صدی کا قائمقام ہے۔

علمائے اُمّت نے ظاہری معنوں کو اپنایا ہے۔ بعض بزرگوں خصوصاً صوفیاء نے مجازی رنگ میں ان معانی کو وسعت دینے کی کوشش کی ہے۔ اسرائیلیات سے متاثر ہونے والوں نے عجیب وغریب تفسیری پہلو بیان کئے ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے لیلۃ القدر کے مشہور ظاہری معنی قبول کرنے کے علاوہ ایسے لطیف روحانی اور علمی نکات پیش کئے ہیں کہ روح وجد میں آتی ہے اور ذہن قرآنی علوم کی وسعت اور گہرائی پر حیران رہ جاتا ہے۔ حضرت اقدسؑ نے اپنی کئی تصانیف میں لیلۃ القدر کے باطنی معانی پر مشتمل تفسیری نکات پیش فرمائے ہیں۔ براہین احمدیہ، فتح اسلام، ازالہ اوہام، شہادت القرآن اور حمامۃ البشریٰ میں حضورؑ کی بیان فرمودہ تفسیر کے تمام اقتباسات' سورۃ القدر کے تحت یکجا کر دیئے گئے ہیں۔

(ملاحظہ فرمائیے تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۔حصہ چھارم کے صفحات 659-673)

حضور علیہ السلام کی تفسیر سے دو اقتباسات' نمونہ اور تبرّک کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں:

’’عادت اللہ اس طرح پر جاری ہے کہ جب کوئی رسول یا نبی یا محدث اصلاحِ خلق اللہ کیلئے آسمان سے اترتا ہے تو ضرور اس کے ساتھ اور اس کے ہمرکاب ایسے فرشتے اترا کرتے ہیں کہ جو مستعد دلوں میں ہدایت ڈالتے ہیں اور نیکی کی رغبت دلاتے ہیں اور برابر اترتے رہتے ہیں۔ جب تک کفر وضلالت کی ظلمت دُور ہو کر ایمان اور راست بازی، کی صبح صادق نمودار ہو جیسا کہ اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے تنزل الملئکة والرّوح فیها باِذۡنِ رَبِّهِمۡ مِنۡ کُلِّ اَمۡرٍ۔ سلٰمٌ تف هِیَ حَتّٰی مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ۔ سو ملائکہ اور روح القدس کا تنزل یعنی آسمان سے اترنا اُسی وقت ہوتا ہے جب ایک عظیم الشان آدمی خلعتِ خلافت پہن کر اور کلامِ الٰہی سے شرف پاکر زمین پر نزول فرماتا ہے۔۔۔‘‘

(روحانی خزائن جلد 3، فتح اسلام صفحہ 12 حاشیہ)

’’سب سے بڑی لیلۃ القدر وہ ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی ہے۔ درحقیقت اس لیلۃ القدر کا دامن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے قیامت تک پھیلا ہوا ہے اور جو کچھ انسانوں میں دلی اور دماغی قویٰ کی جُنبش آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آج تک ہو رہی ہے وہ لیلۃ القدر کی تاثیریں ہیں۔ صرف اتنا فرق ہے کہ سعیدوں کے عقلی قویٰ میں کامل اور مستقیم طور پر وہ جُنبش ہوتی ہیں اور اشقیاء کے عقلی قویٰ ایک کج اور غیر مستقیم طور پر جُنبش میں آتے ہیں۔ اور جس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نائب دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو یہ تحریکیں ایک بڑی تیزی سے اپنا کام کرتی ہیں۔۔۔‘‘

(روحانی خزائن جلد 3 ازالہء اوھام حصہ اوّل صفحہ 158)

قارئین جانتے ہیں کہ یہ دعویٰ قرآن مجید میں موجود ہے کہ اس پاک کتاب کے معارف ’’مطھرون‘‘ پر کھولے جاتے ہیں۔ اس کی جھلک خلفائے عظام کی تفسیروں میں بھی نظر آتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

’’اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ کا مرجع جس طرح قرآن شریف سمجھا گیا ہے۔ اُسی طرح اس سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک بھی مراد ہے۔ اس لئے اَنۡزَلۡنٰهُ فرمایا کہ اور منزل علیہ القرآن دونوں ہی مرجع ٹھہریں۔ ورنہ اَنۡزَلۡنٰهُ هذا القرآن فرمانا کوئی بعید بات نہ تھی۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد چھارم صفحہ 427)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے اس دقیقہء معرفت کو بھی بڑے زور سے واضح فرمایا ہے کہ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے برکات و حسنات اور الٰہی تقدیروں کے ظہور کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ برکتوں اور رحمتوں کے نزول کے ساتھ حضرت نبی کریم ﷺ کی ایک پیشگوئی کے مطابق ہر صدی کے سر پر مجدّد کا ظہور ہوتا رہا۔ ہر اسلامی صدی میں مجدّد آئے۔ چودھویں صدی میں بھی مسیح ومہدی کے وجود میں وہ وعدہ پورا ہوا۔ گزشتہ صدیوں کے مجددین کی فہرست ہر ملک کی کتابوں سے مل سکتی ہے۔ بعض صدیوں میں ایک سے زاید مجدّد ظاہر ہوئے۔ حیرانی ہے کہ انہی فرقوں اور مسلکوں کے پیروکار،

چودھویں صدی کے مجدد، کا پندرھویں صدی کے 30 سال گزرنے کے باوجود انتظار کر رہے ہیں ؎

یہ دَورا پنے براہیم کی تلاش میں ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار کرنے والوں کو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ درج ذیل حقیقت پر غور کرنے کی دعوت دیتے ہیں:

''مجدّ دین کی تفتیش کہ کون کون تھے' یہ عبث ہے۔ لوگ جن جن کو مجدّ د قرار دیں گے ہم اُن کو مان لیں گے۔ مگر دیکھنا تو یہ ضروری ہے کہ ہماری صدی چہار دہم میں یہ وعدہ قرآن شریف اور حدیث شریف کا وقوع میں آیا بھی یا نہیں۔ اگر اور صدیوں میں وقوع میں آتا رہا اور اس صدی میں وقوع میں نہیں آیا تو ہمارے جیسا بد بخت اور کوئی نہیں کہ ظلمت میں چھوڑ دیا گیا۔''

(حقائق الفرقان جلد چهارم صفحه 430)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تفسیر کبیر میں' سورۃ القدر کی تفسیر کیلئے تقریباً 50 صفحات مختص کئے ہیں۔ اور ہر آیت کے تحت نادر تفسیری نکات عطا فرمائے ہیں۔ مثلاً حضورؓ نے ''قدر'' کے 6 معانی کو بنیاد بنا کر لیلۃ القدر کی چھ خصوصیات بیان فرمائی ہیں:

1۔ دنیا کی تمام عمر کے برابر قیمت رکھنے والی رات'
2۔ حرمت والی رات
3۔ وقار والی رات
4۔ غناء والی رات
5۔ قوت اور بزرگی والی رات
6۔ سہولت والی رات۔

حضورؓ نے لیلۃ القدر کی ان چھ خصوصیات یا صفات کو کسی قدر تفصیل سے بیان فرمایا ہے اور وضاحت کیلئے لُغت، حدیث، تاریخ، موازنہء مذاہب' تصوّف وغیرہ کئی علوم سے استفادہ کیا ہے۔ (ملاحظہ فرمائیے تفسیر کبیر جلد نہم صفحات 312-325)۔ دل گواہی دیتا ہے کہ یہ اُسی پسر موعود کی تفسیر ہے جسے علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا گیا تھا۔

سورۃ القدر کی شانِ نزول اور اسرائیلی تفسیر

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تفسیر کبیر میں سورۃ القدر کی شانِ نزول کے حوالے سے اس روایت پر تنقید کی ہے۔ یہود کا خیال تھا کہ اُن کے چار انبیاء (ایوبؑ، زکریاؑ، حزقیلؑ اور یوشعؑ) نے 80 سال تک کسی غلطی کے ارتکاب اور کسی انقطاع کے بغیر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ یہ تفصیل سُن کر صحابہ کرامؓ کو رَشک ہوا۔ تب سورۃ القدر نازل ہوئی۔ حضورؓ اس روایت کا خلاصہ دینے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

''میرے نزدیک یہ روایت قابلِ قبول نہیں اور اسے تسلیم کرنا عقلی طور پر ناممکن ہے۔''

(تفسیر کبیر' جلد نهم' صفحه 293)

جماعت احمدیہ کی طرف سے پیش کئے جانے والے تفسیری معارف کی روحانی اور علمی عظمت کو اُس وقت چار چاند لگتے ہیں جب بعض غیر از جماعت کرم فرماؤں کی تفسیروں سے ہمارا واسطہ پڑتا ہے۔ ایک صاحب نے GEO چینل پر سُورۃ القدر کی شانِ نزول بڑے ڈرامائی انداز میں بیان فرمائی۔ مندرجہ بالا چار انبیاء کی بجائے اُنہوں نے شمعون نامی بنی اسرائیل کے ایک ''بزرگ'' کا ذکر کیا جس نے 1000 مہینے روزے رکھے، 1000 مہینے جہاد کیا اور 1000 مہینے تک قیام کیا یعنی نمازیں ادا کیں، یہ نقشہ کھینچنے کے بعد مفسّر صاحب گویا ہوئے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شمعون کی عبادت و ریاضت اور جہاد و قتال کے بارے میں بتایا گیا تو حضورؐ افسردہ ہوگئے کہ اس پائے کا کوئی آدمی امتِ محمدیہ میں پیدا نہ ہوگا۔ اس پر جبریلؑ نازل ہوئے اور سورۃ القدر نازل کی گئی۔ اس طرح اب ایک رات یا ایک رات کے چند لمحوں کی عبادت و ریاضت سابقہ امتوں کے مجاہدوں، عابدوں اور زاہدوں کی ہزار مہینے کی کاوشوں پر بھاری ہوجائے گی!

اس ''خیالی'' بزرگ کی ''افسانوی'' عبادت و ریاضت کی دو صورتیں بنتی ہیں۔ اول تو یہ کہ انہوں نے یہ تینوں کام ایک ساتھ شروع کئے ہوں یعنی نماز، روزہ اور جہاد ساتھ ساتھ کئے ہوں۔ اگر انہوں نے بالغ ہونے کے بعد ان اعمال صالحہ کا آغاز کیا ہو تب بھی تکمیل کے وقت تک حضرت کی عمر 100 سال ہوجائے گی۔ روزہ رکھ کر جہاد و قتال میں حصہ لینا بڑی ہمت کا کام ہے۔ خاص طور پر بڑھاپے میں۔ بنی اسرائیل میں' حالتِ جنگ میں ''نمازِ خوف'' کی بھی رعایت نہیں۔ بنی اسرائیل کا روزہ بھی ہم سے مختلف ہے۔ مانا کہ اُن کے ہاں سحری کا تکلف نہیں۔ افطار کا اہتمام تو ہے اور وہ بھی میدانِ جنگ کی مصروفیت کی حالت میں کوئی معمولی بات نہیں۔ پھر ایک دو روز کی بات نہیں۔ ایک ہزار مہینے کی مُہم درپیش ہے۔ تقریباً 84 سال کا معاملہ ہے۔

دوسری صورت بظاہر بہتر اور قابلِ عمل نظر آتی ہے کہ اُس بزرگ سے ہر نیک عمل الگ الگ صادر ہوا ہو یعنی 1000 مہینے تک روزے پھر 1000 مہینے تک جہاد اور آخر میں 1000 مہینے تک نمازیں، اس صورت میں قبلہ شمعون صاحب کی عمر کم از کم 270 سال کے لگ بھگ تو ہوجائے گی۔ منہ میں دانت نہ پیٹ میں آنت، یہ پیر فرتوت کسی طرح اشارے کنایے سے نماز تو ادا کر لیتا ہوگا مگر روزہ اور جہاد، دل گُردے کا کام ہوگا! GEO کے اس نوجوان مفسّر کی تفسیر سے نہ علم میں اضافہ ہوا نہ

ایمان میں۔ بلکہ میں تھک ہار کر اسی نتیجے پر پہنچا کہ یہ تفسیر کم ہے' ٹیڑھی کھیر زیادہ!!

بنی اسرائیل کی جنگی تاریخ کا تجزیہ

بنی اسرائیل پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ہی جنگ فرض کردی گئی۔ ارضِ مقدسہ یعنی کنعان و فلسطین میں آباد کم از کم سات قوموں کو مغلوب کرنے (استثناء باب 7آیات 2,1) بلکہ اُنہیں نیست و نابود کرنے کا حکم دیا گیا(استثناء باب20آیات 15-17)۔ بنی اسرائیل کی ان مذہبی جنگوں کی تفصیل تورات کی دو کتابوں یوشع (Joshua) میں دی گئی ہے۔ باقی کا ذکر اُن کے بادشاہوں کے حالات میں موجود ہے جو تورات کی دو کتابوں سلاطین (Kings1,2) میں مل جاتا ہے۔

حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ یہود کے عظیم الشان بادشاہ گزرے ہیں۔ حضرت سلیمانؑ کی وفات کے جلد بعد، اسرائیلی سلطنت دو حصوں میں بٹ گئی اور خانہ جنگی کا سلسلہ شروع ہوگیا اس باہمی جنگ و جدل کو تو ''جہاد'' نہیں کہا جاسکتا۔

یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ بنی اسرائیل میں سب سے زیادہ جنگیں حضرت داؤدؑ نے کیں۔ مگر ان کا عہدِ حکومت 40سال ہے۔ 1000 مہینے تک اُنہیں بھی مسلسل جہاد کی مہلت نہیں ملی۔ بنی اسرائیل میں کوئی جنگ یا جنگوں کا سلسلہ فرانس اور برطانیہ کی جنگِ صد سالہ (Hundred years war) جو1338سے 1453 تک جاری رہی، کی طرح کی کوئی جنگ موجود نہیں۔ اس لئے 1000 ماہ تک شمعون کا جہاد میں مصروف رہنا ایک افسانہ ہے۔ ثبوت کی فراہمی کی ذمہ داری اسی مفسر پر عاید ہوتی ہے ؎

فسانے اپنی محبت کے سچ ہیں پر کُچھ کُچھ
بڑھا بھی دیتے ہیں ہم زیبِ داستاں کیلئے

حضرت سلیمانؑ کی وفات کے تقریباً چار سو سال بعد 586 عیسوی قبل مسیح میں نبوکدنضر (Nebu Chad Nezzer) نے یروشلم کی اینٹ سے اینٹ بجادی، ہیکل سلیمانی تباہ کردیا۔ ہزاروں یہود قتل کردیئے۔ جو زندہ بچ گئے اُنہیں لونڈی غلام بنا کر بابل لے گیا۔ جو لمبے عرصے تک اس حالت میں وہاں رہے۔ ایران کے مشہور شہنشاہ خورس(Cyrus) نے 539 قبل مسیح میں انہیں آزادی دلا کر یروشلم کو دوبارہ آباد کیا۔ اس غلامی کے خلاف اس ''ذہنی جہاد'' کی مدت بھی 1000 مہینے نہیں بنتی۔ مکرّر عرض ہے کہ بنی اسرائیل میں کوئی جہاد 1000 مہینے تک جاری نہیں رہا۔

قرآن مجید میں اُمّتِ محمدیہ کو ''خیرِ اُمّت'' قرار دیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام میرے زمانے میں زندہ ہوتے تو وہ بھی میری اتباع پر مجبور ہوتے۔ مگر ہمارے مفسر، مضمرات کا ادراک کئے بغیر، ایک خیالی اسرائیلی بزرگ کی عبادت و ریاضت اور جہاد و قتال کے خود ساختہ قصے کو سورۃ القدر کے نزول کی وجہ قرار دینے پر اصرار کرتے ہیں!! ایسے لوگ اس طرح نادانستہ طور پر امت محمدیہ کی توہین و تضحیک اور کسرِ شان کے مرتکب ہوتے ہیں۔

قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحابہ کے جذبہء جہاد کا نقشہ موجود ہے۔ ان لوگوں نے جہاد کرنے سے صاف انکار کرتے ہوئے جنابِ موسیٰؑ کو ٹکا سا جواب دیا کہ آپ اور آپ کا ربّ جا کر جہاد کرے۔

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَا(سورۃالمائدۃآیت25)

ہم یہاں بیٹھے ہیں۔!

پھر طالوت کے لشکر کا کارنامہ بھی قابلِ غور ہے۔ قرآن مجید نے اس کا ذکر بھی کیا ہے جو قابلِ توجہ ہے۔ ایک ندی یا نہر اس لشکرِ جرار کی راہ میں پڑتی تھی۔ بنی اسرائیل کی اس فوج کو حکم دیا گیا ہے کہ چُلّو بھر پانی سے حلق تر کرلو۔ پیٹ بھر کر پانی نہ پیا جائے۔ مگر بہت کم لوگوں نے اطاعت کی تقریباً تمام فوج نے ڈَٹ کر پانی پیا۔ (سورۃ البقرۃ: 250)۔ یہ ہے اُس اُمت کی اطاعت اور صبر کی کیفیت جسے اُمّتِ محمدیہ پر ترجیح دی جارہی ہے۔ اور بنی اسرائیل کی برتری ثابت کرنے کیلئے کہانیاں گھڑی جا رہی ہیں۔

اُمّتِ محمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص شان اور عزت عطا فرمائی ہے۔ یہ بھی حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر اور دائمی نبوت کا فیضان ہے کہ اُمّت کو اس بلند مقام پر فائز کیا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس شعر میں اسی محبت انگیز حقیقت کا ذکر کیا ہے ؎

ہم ہوئے خیرِ اُمم تجھ سے ہی اے خیرِ رُسلؐ
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے یہود کے علماء اور فریسی حضرتؑ کے ارشادات اور نصائح کو عمداً مسخ کر کے ہمیشہ غلط معانی پہنانے کی کوشش کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکذّب علماء نے بھی ان فریسیوں کے نصیب سے حصہ لیا۔ ان عقل کے اندھوں نے ''تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے'' کے یہ معنے کئے کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ہم لوگ راہِ خُدا میں جدّ وجُہد کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی آگے نکل گئے۔ ''نقلِ کُفر کفر نباشد''۔ شعر کو سمجھنے اور سمجھانے کیلئے فریسیوں کے نصیب کی نہیں بلکہ عقل و دانش، فہم و فراست اور لطیف ادبی ذوق کی ضرورت ہوتی ہے۔ اُمّتِ محمدیہؐ کا مقام سب اُمّتوں سے بلند و بالا ہے۔ افسوس ہے کہ اسرائیلیات کے اسیر و گرویدہ مُفسّر' اُمّتِ مسلمہ کے اس مقام رفیع کے ادراک سے محروم ہیں!!

لیلۃ القدر کے حوالے سے علماء کے قیافے اور اندازے

جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے لیلۃ القدر کے وقوع وظہور کیلئے کسی ایک خاص رات کی تعیین نہیں کی گئی۔ اور نہ ہی یقینی طور پر اس کی علامات بیان کی گئی ہیں۔ نزولِ قرآن سے لیلۃ القدر کی نسبت ایک تاریخی حقیقت ہے۔ برکات و حسنات کے دائرۂ کار کا ایک ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہونا، وقت کے پیمانے سے موازنہ کی بات ہے۔ جبریل امین کا فرشتوں کے ہجوم میں اترنا اور طلوعِ فجر تک سکینت اور برکت نچھاور کرنا، غیر مرئی کیفیت ہے۔ ہم انہیں لیلۃ القدر کی حواسِ خمسہ سے محسوس کی جانے والی علامات قرار نہیں دے سکتے۔ مگر بعض علماء نے یہاں بھی دوسرے اہلِ حال کے تجربات' صوفیا کے مکاشفات' بعض اور ذرائع سے ملنے والی معلومات یا اپنے قیافوں اور اندازوں پر مشتمل علامات کی ایک فہرست تیار کرلی ہے۔ جو عوام میں مشہور ہے۔ ان میں سے بعض علامات ایسی بھی ہیں جو قرآن و حدیث میں اللہ تعالیٰ کی رحمت و عظمت، لطف وکرم یا جلال و جمال کی تجلّیات کے طور پر مشہور ہیں۔ عین ممکن ہے بعض اربابِ علم و دانش نے ان علاماتِ رحمت سے استنباط کیا ہو۔ ایسی چند ایک علامات درجِ ذیل ہے:

1۔ بوندا باندی یا بارش ہونا
2۔ ہر طرف غیر معمولی سکون کا احساس ہونا
3۔ بیداری یا خواب میں تیز روشنی کا انتشار
4۔ رات بھر کُتّے نہیں بھونکتے
5۔ تجلّیِ خاص کے وقت تاحدِّ نظر تمام درخت سجدے میں گرجاتے ہیں، وغیرہ وغیرہ

بارش، سکینتِ قلب نیز انتشارِ نُور، نزولِ رحمت کے مناظر سمجھے جاتے ہیں۔ ظاہری طور پر یا استعارے کی زبان میں ان کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ بعض بھائیوں اور بہنوں نے شبِ قدر میں تیز روشنی کے تجربے کا ذکر کیا ہے لیکن آخری دو علامات میں استعارہ اور مجاز ہی کارفرما نظر آتا ہے۔ سورۃ الرحمٰن کی آیت 6 میں پودوں اور درختوں کے سجدے کا ذکر موجود ہے۔ وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ اس میں اہلِ ایمان مرد وزن کا سجدۂ عبادت مراد نہیں بلکہ قانونِ قدرت کے مطابق احکامِ الٰہی کی اطاعت کا سجدہ یعنی منشائے الٰہی کے مطابق فیض رسانی' سایہ' پھل' صحت بخش ادویہ کے اجزاء کی فراہمی کاربن سائیکل کے تحت کاربن ڈائی اوکسائیڈ (CO_2) سے کاربن کا انجذاب اور آکسیجن کا ہوا میں واپس چھوڑنے کا نظام مراد ہے۔ لیلۃ القدر کے حوالے سے شجر و حجر اور ثوابت وسیّار وغیرہ کے سجدے کا یہی مطلب ہے کہ ربِّ کریم کی رحمتِ بے پایاں کے نتیجے میں ہر منفعت بخش تخلیق میں فیض رسانی کا پہلو اپنی معراج کو پہنچ کر پھلوں سے لدی ہوئی شاخ کی طرح سرنگوں ہوجاتا ہے!

جو مُفسّر اور علماء درحقیقت ظاہری معنوں میں، درختوں کا سجدہ ریز ہوجانا مانتے ہیں، اُنہیں درجِ ذیل سوالات کا تسلی بخش جواب دینا چاہیئے۔ کیا یہ صرف مسلمانوں کے گھروں کے اندر اور باہر لگے ہوئے درخت یا اُن کی زرعی اراضی میں موجود درخت اور باغات کے شجر سجدہ کریں گے یا یہ سجدہ کُفّار کے مکانات اور باغات کے درختوں پر بھی واجب ہوگا اور کُہساروں، میدانوں، وادیوں اور جنگلوں کے درخت بھی دفعتاً سجدہ میں گریں گے؟ قبلہ رُو یا کسی بھی سمت میں؟

اگر تمام درخت قبلہ رُو سجدہ کریں گے تو بعض صورتوں میں لازم ٹھہرے گا کہ درخت محلِّ وقوع نظر انداز کر کے گھروں کو توڑ پھوڑ کر سجدہ کریں گے خاص طور پر وزنی اور بھاری بھرکم درخت تو اچھا خاصا نقصان کردیں گے۔ اگرچہ سجدہ لیلۃ القدر کی ایک خاص تجلّی کے وقت ہوگا جس کے بعد تمام درخت اپنے اپنے مقام پر حسبِ سابق ایستادہ ہوجائیں گے۔ اس کے ساتھ ہی ماننا پڑے گا کہ معجزانہ طور پر مکانات کی ٹوٹ پھوٹ کی بھی آنِ واحد میں مرمت ہوجائے گی!! صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ استعارے کی زبان ہے۔ اس کی بنیاد کوئی کشفی نظارہ ہوگا!

اسی طرح کُتّے سے مراد نفس کا کُتا ہوسکتا ہے۔ رمضان شروع ہوتے ہی روز بروز اس کُتّے کی آواز کمزور اور نحیف ہوتی جاتی ہے۔ اور آخری عشرے میں تو بالکل ''بیٹھ'' جاتی ہے۔ یعنی یہ صلاحیت سلب ہوجاتی ہے۔ اسی طرح قرب وجوار کے شیطان صفت انسانوں کی طرف سے جذباتِ نفس کے شرور بھی ماحول کے زیرِ اثر دم توڑ جاتے ہیں۔ رمضان المبارک میں شیطان کے پابہ زنجیر ہونے سے اس پہلو کی تائید ہوتی ہے۔ یہ آوازِ سگاں بھی ایک استعارہ ہی معلوم ہوتا ہے۔

جانوروں کی اپنی دُنیا ہے۔ انسان نے چوپاؤں، پرندوں حتّٰی کہ کیڑوں مکوڑوں پر بھی تحقیق کی ہے۔ مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ انسان نے ان جانداروں کے بارے میں سب کچھ معلوم کرلیا ہے۔ کبھی کبھار کُتّے رات کے وقت روتے ہیں۔ پاکستان اور افریقہ میں مجھے بھی کُتّوں کی ایسی آوازیں سُننے کا اتفاق ہوا ہے۔ امریکہ میں بہت کم۔ ممکن ہے یہ کُتّے بھوک سے روتے ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ کُتّے اردگرد لعنت برستے دیکھ کر گھبرا کر رونے لگتے ہیں۔ اسی طرح گھوڑوں کے بارے میں مشہور ہے کہ بسا اوقات قبرستانوں کے قریب سے گزرتے وقت وہ ڈر کر اچانک دوڑنے لگتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اُنہیں مُردوں کو دیئے جانے والے عذاب کا احساس ہوجاتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ سب خیالات توہّمات ہوں یا خلقِ خدا کو تلقینِ عمل کرنے کیلئے کسی بزرگ کے کشفی مشاہدات ہوں جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ

قصے کہانیوں کی شکل اختیار کر گئے ہوں۔ اگر ان معلومات میں کوئی صداقت ہے تو پھر یہ ممکن ہے کہ جانور بھی لیلۃ القدر کے خاص اُلوہی لمحوں کی تاثیرات کومحسوس کر کے مبہوت ہو جاتے ہیں!

لیلۃ القدر کیلئے ایک مبارک دُعا

رمضان المبارک اور قبولیتِ دُعا کا چولی دامن کا ساتھ ہے بلکہ رمضان کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے قبولیتِ دُعا کو اپنی ذاتِ بے ہمتا کے ایک ثبوت کے طور پر پیش کیا ہے اور سورۃ البقرۃ کی اس آیت (187) کے الفاظ سے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ متلاشیانِ حق کو گویا چیلنج دیا جارہا ہے کہ دُعا کرنے کا حق ادا کرو، پھر دیکھو میں کس طرح تمہاری دُعائیں قبول کر کے اپنے سمیع وبصیر اور قادر وقیوم ہونے کا ثبوت دیتا ہوں۔ انگریزی محاورے کے مطابق گویا کہا جارہا ہے کہ

"Ball is in your court"

آخری عشرے میں انسان روحانی بلند پروازی میں محو ہوتا ہے ۔ ایک لحاظ سے لیلۃ القدر ان بلندیوں کی معراج ہے۔ قبولیتِ دُعا کے نتیجے میں عبودیت کے محبوبیت کے حسین رنگ میں رنگے جانے کی منزل کا نام ہے!

ایک مرتبہ محرمِ رازِ رُوحانیت، حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر میں لیلۃ القدر کو پاؤں تو کیا دُعا مانگوں ۔ حضور نے معلّمہء اُمّت جناب عائشہؓ کو درج ذیل دُعا تعلیم فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ

اے اللہ تو بہت عفو ودرگزر کرنے والا ہے، عفو ودرگزر کو بہت پسند فرماتا ہے، مجھے بھی بخش دے۔

ذرا اس دُعا کے الفاظ پر غور فرمایئے۔ ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ پر یہ روشنی پڑتی ہے کہ قبولیتِ دُعا کی اُس یقینی گھڑی میں سب سے زیادہ کس شے کو اہمیت دیتے ہیں؟ حضرت نبی کریم ﷺ تو ''دعاؤں کے پیغمبر'' تھے۔ حضورؐ نے ہر موقع محل، ہر ضرورت، ہر مشکل، ہر حاجت، ہر حالت ، ہر کیفیت کیلئے دعا سکھائی ہے۔ ایسی دعاؤں کی تعداد 200 سے زاید ہے۔ اربابِ سیر نے لکھا ہے کہ رَبَّنَا اٰتِنَا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة وقنا عذاب النّار کی دُعا حضورؐ کو بہت پسند تھی۔ مگر آپ نے لیلۃ القدر کے مبارک لمحات کیلئے حضرت عائشہؓ کو ایک ایسی دعا سکھائی جس میں دُنیا کی کوئی مادّی چیز موجود نہیں۔ چادرِ مغفرت میں ڈھانپے جانے کی دُعا تعلیم کی اور وہ بھی اُس ہستی کو جس کی معصومیت ، صداقت اور عظمتِ کردار کی گواہی کیلئے اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور کی متعدد آیات نازل فرمائیں۔

مندرجہ بالا دُعا میں مالی فراخی، آسائش، صحت وعافیت، جاہ وجلال، آل اولاد، عمر دراز، حکومت واقتدار۔۔۔ وغیرہ کچھ نہیں مانگا گیا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی گرانقدر نعمتیں اور نوازشیں ہیں مگر ہیں تو عارضی۔ یہ سب کی سب زوال پذیر آسائشیں اور سہولتیں ہیں۔ وہ دولت جو اُخروی نجات کی دائمی نعمت کی خلعتِ فاخرہ ہے، ربّانی عفو ودرگزر ہی ہے جو لیلۃ القدر کی دُعا کا مرکزی نکتہ ہے۔

مبارک ہے وہ وجود جسے اللہ تعالیٰ کے اس مہینے کا شایانِ شان استقبال کرنے کی توفیق ملے۔ مبارک وہ جسے اس محترم مہمان کو کامل عزت واحترام کے ساتھ کاشانہء جاں میں مقیم کرنے کی سعادت نصیب ہو، مبارک وہ جسے تینوں عشروں کی برکتوں کو سمیٹنے کا موقع ملے، مبارک وہ جسے اعتکاف کا شرف حاصل ہو اور رمضان کی مہمانی کرتے کرتے وہ خود اللہ کے گھر کا مہمان بن جائے، مبارک وہ جسے لیلۃ القدر میں اُلوہی لمحوں میں وصال کی لذّت عطا ہو۔ ایسے ہر مبارک انسان سے مؤدبانہ التجا ہے کہ قبولیتِ دُعا کے قابلِ رشک لمحات میں اس عاصی و پُرتقصیر کی مغفرت کیلئے بھی دُعا کی جائے ؏

اے خانہ برانداز چمن کچھ تو اِدھر بھی

☆=.....=.....=.....=.....=☆

گناہ گار ہوں مولیٰ! مرے گناہ نہ دیکھ
نہ دیکھ نامہء اعمال ہے سیاہ نہ دیکھ

ہے عشق میری عبادت، وفا نماز مری
مرے گناہوں کو اے شیخِ بے گناہ! نہ دیکھ

تُو بے محابا چلا آ کھلے دریچوں سے
خُدا کے واسطے آدابِ رسم وراہ نہ دیکھ

ان آنسوؤں سے پرے بھی ہیں بستیاں آباد
یہ جھلملاتے ستارے ، یہ مہروماہ نہ دیکھ

بُرا ہوں ، اچھا ہوں، جیسا بھی ہوں مَیں تیرا ہوں
تیری پسند ہے پیارے! تو دیکھ خواہ نہ دیکھ

چوہدری محمد علی مضطرؔ عارفی

یسوعؑ یوزو نام کا سکّہ

عاتکہ صدیقہ

یسوع۔یوزو نام کا سکّہ حال ہی میں دریافت ہوا ہے۔قرآن مجید کی یہ آیت حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں ہے:

وجیھا فی الدنیا و الاخرۃ و من المقربین o
(ال عمران :46)

اسکا ترجمہ یہ ہے کہ دنیا میں بھی مسیح کو اس کی زندگی میں بزرگی و وجاہت یعنی عزت و مرتبہ اور عام لوگوں کی نظر میں عظمت اور بزرگی ملے گی اور آخرت میں بھی۔تاریخ گواہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہیرودوس (Herod) اور پیلاطوس (Pilate) کے علاقہ میں عزت کی بجائے انتہا درجہ کی تحقیر کا سامنا کیا اور صلیب پر لٹکا دیئے گئے۔
ایسے سکّوں کی دریافت سے خداتعالیٰ کی کتب کے منشاء کی تائید ہو رہی ہے۔آج سینکڑوں کتب مسیح علیہ السلام کے سفرِ مشرق پر لکھی جارہی ہیں۔اور مغربی دنیا کے ریسرچ سکالرز اور انکے بڑے منظم ریسرچ کے اداروں میں مشرق سے آنے والی اس سچائی کو محسوس کیا جارہا ہے کہ مسیح علیہ السلام صلیبی موت سے بچ گئے تھے اور اپنی گم شدہ بھیڑوں کی تلاش میں وحی الٰہی کے تحت مشرق کی طرف ہجرت کی۔

آپ فلسطین سے نصیبین اور پھر عراق،ایران،ہرات اور افغانستان کے دیگر علاقوں کے علاوہ ٹیکسلا،تبت، نیپال، بنارس، گلگت اور لداخ سے ہوتے ہوئے راولپنڈی کی راہ سے کشمیر میں داخل ہوئے۔اور ان ملکوں میں جہاں جہاں بنی اسرائیل آباد تھے ان تک خداتعالےٰ کا پیغام پہنچایا۔
حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وجاہت پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک سکّہ کا ذکر کیا ہے۔جس پر حضرت عیسیٰؑ کا نام پالی تحریر میں درج ہے۔اور یہ اسی زمانہ کا سِکّہ ہے جو حضرت مسیح کا زمانہ تھا۔آپ لکھتے ہیں کہ:

''اس ملک میں مسیح کو بڑی وجاہت پیدا ہوئی۔اور حال ہی میں ایک سکّہ ملا ہے جو اس ملک پنجاب سے برآمد ہوا ہے اور اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام پالی تحریر میں درج ہے اور یہ اسی زمانہ کا سِکّہ ہے جو حضرت مسیح کا زمانہ تھا۔اس سے یقین ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اس ملک میں آکر شاہانہ عزت پائی اور غالباً یہ سِکّہ ایسے بادشاہ کی طرف سے جاری ہوا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آیا تھا۔''

(مسیح ہندوستان میں صفحہ 53)

پروفیسر ڈاکٹر فدا حسین آرکیالوجسٹ جو ڈائریکٹر آف Archive اور میوزیم اور ریسرچ کے شعبوں کے کشمیر یونیورسٹی میں نگران اور شعبہء تاریخ کے صدر بھی رہے ہیں ان کی پہلی تحقیقی کتاب اس موضوع پر The Fifth Gospel حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام معنون ہے۔انہوں نے ایک اور سکّہ دریافت کیا ہے جس کا نام The Yuzu Coin ہے۔وہ سکّوں کے بارہ میں اپنی کتاب کے صفحہ 91 پر

"Rozabal The Tomb of Jesus"

میں لکھتے ہیں:

These coins are also unique for the legends inscribed on them in different dialects such as Aramaic, Kharoshti, Greek, Hebrew and Bactrian. We examined the legends inscribed on these coins in the light of the Greco-Bactrian. Script Code as given in the Compendium Linguarum

Iranicarum, Weishaden (1989) discovered a coin which has been interpreted as Uezo or Uezu or Uzu. Jesus is known as Jesu in Aramaic, Usu in Urdu, Uezu or Uezo in Persian. Thus this name changes very little and is quickly recognized. As such we have come to conclusion that these coins which we discovered depict the name of Jesus Christ commemorating his residency and great significance in the region.

This coin shows a goddess lighting four candles fixed on a cross, with her right hand which emits what appears to be lightning or sparks. We have reason to believe that many more similar coins exist throughout Kashmir and India that are in private hands.

اِن سِکّوں کی دریافت اور موجودگی حضرت مسیح کے عہد کی یادگار ہی نہیں بلکہ اس پر کندہ Legend سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اسی شاہانہ عظمت اور وجاہت کے ساتھ اس علاقے میں رہائش پذیر رہے جس کا قرآن کریم میں خداتعالےٰ نے ذکر فرمایا ہے۔ اس سِکّہ پر goddess کے دائیں ہاتھ میں چار موم بتیاں ایک صلیب پر رکھی ہوئی نظر آ رہی ہیں۔ پروفیسر فدا حسین صاحب کو یقینِ واثق ہے کہ ایسے اور بھی سِکّے کشمیر اور انڈیا کے مختلف مقامات پر ذاتی تحویل میں ہیں۔

☆=......=......=......=......=☆

نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عطاء المجیب راشدؔ

زندگی کی کہانی چلی آپؐ سے
ساری دُنیا کی صورت بنی آپؐ سے

ہادیِ کُل جہاں ، رحمتِ عالمیں
راہِ حق کی ہوئی آگہی آپؐ سے

وہ جو صدیوں کے اندھے تھے بینا ہوئے
بھولے بھٹکوں کو منزل ملی آپؐ سے

جونہی دُنیا پہ چمکا سراجِ منیر
ظلمتِ دہر غائب ہوئی آپؐ سے

جن پہ مدّت سے طاری تھی اک مُردنی
ان کو بخشی گئی زندگی آپؐ سے

الجماعت کا وعدہ بھی پورا ہوا
اہلِ جنت کی راہ کھل گئی آپؐ سے

چشمۂ فیضِ صافی ہے ہر دم رواں
نطق میرا، زباں ہے سبھی آپؐ سے

میں سخنور نہیں میں تو کچھ بھی نہیں
مجھ کو توفیقِ مِدحت ملی آپؐ سے

توہین رسالت کی سزا موت؟

محمد ظفر اللہ۔ Pocatello, Idaho

شنید ہے کہ پاکستان میں سپریم کورٹ نے شرعی عدالت کے اس فیصلے کی توثیق کر دی ہے کہ توہین رسالت کی سزا صرف موت ہے۔

اللہ تعالیٰ پاکستان کے حال پر رحم کرے۔ اس فیصلے کی رو سے گویا اب پاکستان میں کسی کی بھی جان محفوظ نہیں ہے۔ سب سے پہلے تو اس فیصلے کی زد میں احمدی آئیں گے جو ملاؤں کی نظر میں ختم رسالت کے منکر ہیں لہٰذا توہین رسالت کے مرتکب ہوئے۔ پھر شیعہ آئیں گے کہ وہ حضرت علیؓ کو نبوت کے اصل حقدار گردانتے ہیں۔ اور پھر اس کے بعد غیر مسلم آئیں گے کہ وہ تو آنحضرت ﷺ کو سرے سے مانتے ہی نہیں۔

دوسری طرف، پاکستانی فرقہ بازی میں وہ لوگ ہیں جو آنحضرتؐ کو نور نہیں مانتے اور گویا توہین رسالت کے مرتکب ہوتے ہیں۔ انہی میں اہل حدیث ہیں کہ جن کے بعض ملا اپنا ناپاک اور غلیظ ہاتھ اٹھا کر کہتے ہیں کہ لوگو دیکھو ایسا ہی ہاتھ تھا آنحضرتؐ کا۔ (کوئی ان سے پوچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے، تمہارا ہاتھ ان کے پاکیزہ ہاتھ جیسا کیونکر ہوا؟) الغرض اگر گنانے بیٹھوں تو بہت کم لوگ ہیں، پاکستان میں، جن کو توہین رسالت سے پاک سمجھا جا سکتا ہے۔ یہاں کلیہ یہ بنتا نظر آتا ہے کہ مختلف فرقوں کے علماء نے دوسرے فرقوں کے کفر کے فتوے دے رکھے ہیں، اور عمومی اصطلاح میں کفر کے معنے اسلام کے کفر سے لیے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اسلام کا کفر گویا رسول پاک ﷺ کا انکار ہوا اور اس مفروضہ انکار کو توہین میں بدلتے ذرا بھی دیر نہیں لگتی۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات پر رحم کرے۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مولویوں اور ججوں نے تو اپنی سی کر لی۔ مگر خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کی توہین کی کیا سزا مقرر کی اور رسول کا اپنی توہین پر کیا ردِعمل تھا؟

قرآن کریم میں ایک تو عمومی قاعدہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب بھی کوئی خدا تعالیٰ کا فرستادہ پیغام حق لاتا ہے، کم علم اور کم فہم لوگ اس کا مضحکہ اڑاتے ہیں اور اسکا انکار کرتے ہیں۔ اور اسکی کہیں بھی کوئی دنیاوی سزا قرآن میں مقرر نہیں ہوئی، سوائے اس کے کہ اس نبی کے مخالفوں کو اللہ تعالیٰ خود سزا دیتا ہے اور انکو ہر محاذ پر منہ کی کھانی پڑتی ہے۔

دوسرے ایک خصوصی اہانت کا تو اللہ تعالیٰ خود قرآن کریم کی سورۃ المنافقون آیت 9 میں یوں ذکر فرماتا ہے:

يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ط وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ O

وہ کہتے ہیں اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹیں گے تو ضرور وہ جو سب سے زیادہ معزز ہے، اسے جو سب سے زیادہ ذلیل ہے، اس میں سے (مدینہ میں سے) نکال باہر کرے گا۔ حالانکہ عزت تمام تر اللہ اور اس کے رسول کی ہے اور مومنوں کی لیکن منافق لوگ نہیں جانتے۔

تو یہ کہنے کی کیا سزا تجویز فرمائی اللہ تعالیٰ نے؟ ان منافقوں کی اولاد میں سے ایسے مومن پیدا فرما دیئے جو کہ ان کی منافقت اور انکی بدتمیزیوں پر نفرین بھیجتے تھے۔ کہیں بھی یہ نہیں فرمایا کہ جو لوگ ایسا کہتے ہیں ان کو قتل کر دو۔ منافقوں کے لئے دردناک عذاب کی وعید ہے، ان سے ہوشیار رہنے کا اور انکی حرکتوں کا سختی سے نوٹس لینے کا حکم ہے لیکن قتل کرنے کا حکم نہیں دیا۔ دوسری طرف سورۃ المجادلہ آیت 22 میں یہ فرما دیا کہ:

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ط

اللہ نے لکھ رکھا ہے (یعنی مقدر کر دیا ہے) کہ ضرور میں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔

یعنی اللہ اور اس کے رسولوں کی ہمیشہ جیت ہوگی۔

اب ذرا آنحضرت ﷺ کا کردار ملاحظہ کیجئے۔ جب حضور ﷺ، اسلام کی تبلیغ کے لئے، طائف تشریف لے گئے تو حضور کے ساتھ جو سلوک ہوا اس سے سب مسلمان واقف ہیں۔ لیکن جب اللہ کے فرشتے نے طائف کو تباہ کرنے کی پیش کش کی تو رحمت دو عالم نے فرمایا کہ ان ہی کی پشت سے موحد پیدا ہونگے۔ اللہ اللہ، زخموں سے چور تھے پر رحمت سے بھرپور تھے، یہ ہمارے حضورؐ تھے۔

ادھر مدینہ میں جب عبداللہ بن ابی ابن سلول نے اور اس کے منافق ساتھیوں نے جو جو ہتک آمیز باتیں کیں ان پر بعض اوقات جوشیلے مسلمانوں نے چاہا کہ منافقوں کے

سردار عبداللہ بن ابی ابن سلول کو قتل کر دیں۔ مگر آنحضرت ﷺ نے اس کی اجازت نہ دی۔ قربان جاؤں اس گنجینۂ رحمت پر کہ اسی عبداللہ بن ابی ابن سلول کی نماز جنازہ بھی پڑھا دی جس نے آنحضرتؐ کی مدنی زندگی کو گوں نا گوں مسائل سے بھرنے کی کوشش کی تھی۔

صلح حدیبیہ کے موقعے پر بھی آنحضرت ﷺ نے کفار مکہ کے ہتک آمیز سلوک پر مسلمانوں کو قتال سے باز رہنے کی تلقین کر کے گویا اس بات پر مہر ثبت فرما دی کہ اگر کوئی لا علمی میں یا شرارت سے ہمارے آقا کو وہ مقام نہیں دیتا جو حضورؐ کا حق ہے تو اس پر اشتعال میں نہیں آنا چاہئے۔ لیکن، جب یہ شبہ ہوا کہ مسلمانوں کے قاصد حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا تو آنحضرتؐ نے تادیبی کارروائی کے لئے بیعت رضوان لی۔ یہ گویا ہم مسلمانوں کے لئے سبق تھا کہ اپنوں کی حفاظت کے لئے یا ان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے اپنی جان دینے سے بھی دریغ نہ کرو۔ آنحضرت ﷺ کی زندگی گویا قرآن کی تفسیر تھی۔ اور میری ناچیز رائے میں آنحضرت ﷺ نے اس قسم کے معاملات میں ہمیشہ سورۃ البقرہ کی آیت 257 کے اس حصہ کو پیش نظر رکھا۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ

ترجمہ: دین میں کوئی جبر نہیں یقیناً ہدایت گمراہی سے نمایاں ہو چکی ہے۔

میرا یہ بھی خیال ہے کہ توہین پر اشتعال میں وہ آتا ہے جسے پتہ ہو کہ اس کے پاس اشتعال میں آ کر اپنی ہتک کا بدلہ لینے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کو تو علم تھا کہ آپؐ کا خدا آپؐ کے ساتھ ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اسی لئے آپؐ اپنی ہتک پر نہ صرف مشتعل نہ ہوتے تھے بلکہ اپنے صحابہؓ کو بھی اشتعال سے باز رکھتے تھے۔ ہاں حق بات کہنے اور کہلوانے سے ہمارے آقا ﷺ کبھی باز نہ رہے۔ غزوۂ احد کی وقتی ہزیمت کے موقعے پر جب کفار کی طرف سے مختلف لوگوں کی شہادت کے بے بنیاد دعوے کئے گئے تو صحابہ رضوان اللہ علیہم حضورؐ کی ہدایت پر خاموش رہے، کہ جواب دینے پر کفار کی یلغار کا اندیشہ تھا۔ پر جب کفار کی طرف سے اُعلُ ھبل (یعنی ھبل کی جے) کا نعرہ لگا تو ہمارے آقا ﷺ نے بے چین ہو کر فرمایا کہ کہتے کیوں نہیں اللّٰہُ اعلیٰ و اجل (یعنی اللہ اعلیٰ ہے اور بزرگ)۔ اس میں جہاں آنحضرت ﷺ کی خدا تعالیٰ کے لئے غیرت کا پتہ چلتا ہے وہیں ہمارے لئے یہ سبق بھی ہے کہ دشمن جس طرح وار کرے جواب بھی اسی طرح دو لیکن یہ سب اپنی ذات کے لئے نہ ہو، محض اللہ کے لئے ہو۔ یعنی جس انداز سے دشمن وار کرے جواب بھی تقریباً اسی انداز سے دو اور محض خدا کی خاطر۔ (جب اسلام اور مسلمانوں پر تلوار سے حملہ ہوا، جواب تلوار سے دلوایا اور جب اسلام کے خلاف نعرے لگے تب جواب میں نعرے لگوائے) اس سے میں یہ اخذ کرتا ہوں کہ اگر کوئی دشمن اسلام پر یا آنحضرت ﷺ پر تقریراً یا تحریراً اعتراض کرے تو اس کا تردیدی یا توضیحی جواب بھی اسی انداز میں دینا چاہیے، یہ نہیں کہ جب کسی نے جہالت یا شرارت سے بکواس کی تو اس پہ ڈنڈا لے کر پل پڑے اور غیروں کے اخباروں میں سرخیاں لگوا لیں کہ مسلمان تو سارے دہشت گرد ہوتے ہیں۔

بعض حضرات غزوات اور سرایہ کے پیش نظر جبر اور جنگ وجدل کو روا سمجھتے ہیں اور ان سے استنباط کرتے ہوئے دین میں جبر کو جائز گردانتے ہیں۔ ان سے گزارش ہے کہ آنحضرتؐ کی جنگیں یا دفاع کے لئے تھیں یا ایسے مسلمانوں کو آزاد کروانے کے لئے تھیں جو کہ مشکل حالات میں محصور تھے یا تادیب کے لئے تھیں۔

آج کے زمانے میں بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر ہم نے بھرپور غصے کا اظہار نہ کیا اور توڑ پھوڑ اور تشدد کا مظاہرہ نہ کیا تو ہم کمزور یا اسلامی حمیت سے عاری جانے جائیں گے۔ حالانکہ صورت حال اس کے قطعی برعکس ہے۔ حضرت عمرؓ کی طبیعت میں جوش تھا اور آپؓ جلدی مشتعل ہو جایا کرتے تھے۔ لیکن آنحضرتؐ کے زیر سایہ ہونے کی وجہ سے آپؓ نے کبھی اپنی طبعی تندی کا حد سے بڑھا ہوا عملی مظاہرہ نہ کیا۔ میری ناچیز رائے میں جوشیلے مسلمانوں کو حضرت عمرؓ کی مثال کو سامنے رکھ لینا چاہئے اور یہ ذہن میں راسخ کر لینا چاہئے کہ آنحضرت ﷺ گو ہم میں جسمانی طور پر موجود نہیں لیکن آپؐ کی قوت قدسی ہم پر اب بھی سایہ فگن ہے۔ اور کہ جو بھی شرارت اور دلآزار باتوں کے مقابل پر صبر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو عمرؓ کی طرح عقل اور استقلال سے نوازے گا۔

اور پھر وہی حضرت ابوبکرؓ والی بات کہ محمدؐ تو وفات پا گئے لیکن ہمارا خدا زندہ ہے۔ اگر ہمیں اپنے خدا پر بھروسہ ہے تو ہمیں یقین ہونا چاہئے کہ آنحضرتؐ کی اہانت کر کے کوئی بھی خدائی عذاب سے نہیں بچ سکتا۔ اور اگر آج کوئی بچتا ہوا نظر آتا ہے تو یا تو وہ خود ایمان لے آئے گا یا اسکی اولاد میں مومن پیدا ہونگے۔ کم از کم قرآن کریم سے آنحضرتؐ کی بعثت کے بعد سے تو یہی خدائی سنت نظر آتی ہے۔ آنحضرتؐ کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ اللعالمین بنا کر جو بھیجا تو اس کی رعایت سے اللہ تعالیٰ کا سلوک بنی نوع انسان کے ساتھ خاصا نرم ہو گیا ہے۔

آخر میں یہ بھی عرض کر دوں کہ دلوں کا حال اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اس لئے اگر کسی کی باتوں یا عقیدہ سے یہ احساس ہو کہ وہ اہانت رسول کا مرتکب ہو رہا ہے تو اگر وہ خود کو مسلمان کہتا ہے تو استغفار کرنا چاہئے اور اس کے لئے دعا کرنی چاہیئے، اور اگر وہ غیر مسلم ہے تو اس کے لیے دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اسے اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور یہ یقین رکھنا چاہئے کہ اگر اس نے شرارت سے ایسا عقیدہ اختیار کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی سنت کے مطابق ایسا انتظام فرمائے گا کہ اسے ہر محاذ پر منہ کی کھانی پڑے گی۔

☆=......=......=......=......=☆

تُو کہ تھا کمیاب گوہر

عبدالشکور، سینٹرل نیوجرسی

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ نے ڈاکٹر عبدالمنان صدیقی شہید کے بارہ میں فرمایا:

(وہ) ''میرے بہترین ساتھیوں میں سے تھے''

میرے ساتھی میرے ہمدم ، غم تمہارا دل سے ہو کم، یہ کبھی ممکن نہیں

تو کہ تھا ہمت کا پیکر
عظمتِ انساں کا جوہر
تو کہ تھا کمیاب گوہر
زخم ہائے دل کا مرہم
میرے ساتھی میرے ہمدم
غم تمہارا دل سے ہو کم
یہ کبھی ممکن نہیں

ہاں خدا کی دین تھا تُو
اور دلوں کا چین تھا تُو
خود دلِ بے چین تھا تُو
تو مثالِ عزمِ پیہم
میرے ساتھی میرے ہمدم
غم تمہارا دل سے ہو کم
یہ کبھی ممکن نہیں

قریہ قریہ تیرا مسکن
تو کہ سب کے دل کی دھڑکن
تو ہمارے دل میں ہر دم
میرے ساتھی میرے ہمدم
غم تمہارا دل سے ہو کم
یہ کبھی ممکن نہیں

سُونی ہے اب محفلِ دل
سرد ہے اب نغمۂ دل
کیوں اُجالا ہو گیا کم
میرے ساتھی میرے ہمدم
غم تمہارا دل سے ہو کم
یہ کبھی ممکن نہیں

وقتِ مشکل تجھ کو دیکھا
سختیوں میں تجھ کو پرکھا
تجھ سے مُہمل دل کا دھڑکا
تیرا غم تھا میرا ہی غم
میرے ساتھی میرے ہمدم
غم تمہارا دل سے ہو کم
یہ کبھی ممکن نہیں

ہو خدائے پاک رحماں
تیرے پسماندوں کا نگراں
دُور رکھے رنج اور غم
میرے ساتھی میرے ہمدم
غم تمہارا دل سے ہو کم
یہ کبھی ممکن نہیں

رخصتی کے موقعہ پر بچی کو نصائح

ارشاد عرشی ملک

نوٹ: حضرت خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے عائلی مسائل پر خطبات کی روشنی اور حضرت اماں جانؓ اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی نصائح سے ماخوذ

میری بچی دلہن بن کر نئے گھر تجھ کو جانا ہے
فسردہ چھوڑ کر ہم کو نیا گلشن بسانا ہے
نئے لوگوں میں رہنا ہے نئے رشتے نبھانا ہے
محبت بانٹ کر غیروں کو بھی اپنا بنانا ہے

بِنا قربانیوں کے عزّت و چاہت نہیں ملتی
بڑا گھر مل تو سکتا ہے مگر راحت نہیں ملتی

بہت سے امتحاں اسکول و کالج میں دیئے تو نے
بہت اسناد پائی ہیں بہت تمغے لئے تُو نے
گھریلو کام بھی سب ذمہ داری سے کئے تُو نے
بہت اُدھڑے ہوئے رشتے محبت سے سیئے تُو نے

تیرے سر پر کھڑا ہے اب بڑا اک امتحاں بیٹی
اسے بھی پاس کرنا ہے دعا کرتی ہے ماں، بیٹی

اگر تجھ سے خطا ہوجائے تو اقرار کرلینا
ندامت کا جہاں تک ہو سکے اظہار کرلینا
بُری عادت ہے ہر اک بات پر تکرار کر لینا
اور اپنے واسطے خود زندگی دشوار کر لینا

تجھے اچھی بہو بننا ہے اچھی ماں بھی بننا ہے
شریکِ زندگی کے دل کی دھڑکن، جاں بھی بننا ہے

چُھپا کر اپنے شوہر سے کوئی بھی کام نہ کرنا
وہ محفل ہو کہ تنہائی سدا اللہ سے ڈرنا
اگر شوہر ہو غصے میں بحث کا دم نہیں بھرنا
پلٹ کر کچھ نہیں کہنا کوئی الزام نہ دھرنا

مزاج اُس کا اگر برہم ہو چُپ رہنا ضروری ہے
تھمے جب اس کا غصہ حالِ دل کہنا ضروری ہے

جو شوہر کام سے آئے تجھے سنوری ہوئی دیکھے
ترے ہونٹوں پہ اک مسکان سی بکھری ہوئی دیکھے
ہو گھر سمٹا ہوا ہر چیز کو نکھری ہوئی دیکھے
نہ بھولے سے بھی وہ صورت تیری اُتری ہوئی دیکھے

بہت خوش کُن ہو جب اس کے تصور میں بھی تُو آئے
سدا مہکی ہوئی رہنا کبھی تجھ سے نہ بُو آئے

کبھی دھمکی نہ دینا روٹھ کر میکے کو جانے کی
کوئی حاجت نہیں ہے اس قدر شوخی میں آنے کی
ضرورت کیا ہے اس کے پیار کو یوں آزمانے کی
کہیں ایسا نہ ہو وہ تاک میں ہو اس بہانے کی

تو ایسی بات سے بے عزتی ہوتی ہے آخر کو
جو اتنی ناسمجھ ہو عمر بھر روتی ہے آخر کو

انہی جھگڑوں سے ہے پیارے خلیفہ کو پریشانی
کہ عائلی مسائل کی ہے گھر گھر میں فراوانی
نہی زیبا کسی ایسی جماعت کو یہ نادانی
کہ جس کا کام ہو اخلاقِ عالم کی نگہبانی

یہ کمزوری کہیں دنیا میں نہ مشہور ہوجائے
کہیں ایسا نہ ہو منزل ہماری دُور ہوجائے

کبھی سسرال کی باتیں نہ میکے میں بتانا تم
نہ میکے کے کبھی سسرال میں قصے سنانا تم
حماقت سے کسی پر برتری نہ یُوں جتانا تم
زباں قابو میں رکھنا بے ضرورت مت ہلانا تم

رواداری برتنی ہے وضع داری نبھانی ہے
بگڑ جائے جو کوئی بات حکمت سے بنانی ہے

یہی جنت جہنم میں بدل جاتی ہے غفلت سے
کئی رشتے چٹخ جاتے ہیں بس لہجے کی حدّت سے
بگڑ جاتے ہیں کتنے کام عرشی جوش وعُجلت سے
اُجڑ جاتے ہیں کتنے گھر فقط غصے کی شدّت سے

نہ دامن ہاتھ سے چُھوٹا اگر صبروقناعت کا
نتیجہ دیکھ لے گی تو محبت کی کرامت کا

یہ تقویٰ کی کمی ہے جو کئی چہرے بدلتی ہے
غرورِ نفس بنتی ہے کبھی نفرت میں ڈھلتی ہے
کبھی اک بدگمانی بن کے برسوں دل میں پلتی ہے
گھروں میں آگ بھڑکاتی، جلاتی اور جلتی ہے

کئی پیارے محض ایک بدظنّی سے چُھوٹ جاتے ہیں
ذرا سی ٹھیس لگتی ہے تو رشتے ٹُوٹ جاتے ہیں

تجھے دو خاندانوں کو سدا یکجان رکھنا ہے
نہ اس شیشے میں بال آئے یہ دل میں ٹھان رکھنا ہے
اسی مقصد کی خاطر نفس کو قربان رکھنا ہے
ہر اک سے پیار کرنا ہے ہر اک کا مان رکھنا ہے

برائی گر کرے کوئی بھلائی ہو جواب اُس کا
خدا کے گھر سے پائے گی اجر تو بے حساب اس کا

سُسر اور ساس کی ماں باپ سے بڑھ کر اطاعت ہو
اشارہ ان کا تم سمجھو تمہارا کام خدمت ہو
عزیزوں سے بھی شوہر کے سدا لطف ومروت ہو
کسی بھی فرد کو تجھ سے نہ میری جاں شکایت ہو

جہاں تک میں نے پڑھا ہے جہاں تک میں نے جانا ہے
اگر راضی ہوا شوہر تو جنت میں ٹھکانہ ہے

تیرا رُتبہ بہت بڑھ جائے گا جب ماں بنے گی تُو
خدا کے لطف و احساں کی نئی پہچاں بنے گی تُو
نئی اِک داستاں کا دلنشیں عنواں بنے گی تُو
ہر اِک کو پیار دے گی سایہء رحماں بنے گی تُو

تری آغوش ہی بچوں کا پہلا مدرسہ ہوگا
یہ وہ ایمان ہے جس میں نہ کوئی وسوسہ ہوگا

نمازوں کو ادا کرنا تلاوت میں مگن رہنا
خدا کے سامنے تنہائی میں تو حالِ دل کہنا
کڑے حالات بھی آئیں تو ان کو صبر سے سہنا
حیا کی اوڑھنی سر پر ہو تن پر شُکر کا گہنا

ترے لب پر کبھی بھی شکوۂ آلام نہ آئے
ترے ماں باپ پر پیاری کوئی الزام نہ آئے

توکل کرنے والے اور نہ توکل کرنے والوں میں بہت نمایاں فرق ہوتا ہے

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’خدا تعالیٰ پر بھروسہ کے یہ معنی نہیں ہیں کہ انسان تدبیر کو ہاتھ سے چھوڑ دے بلکہ یہ معنے ہیں کہ تدبیر پوری کر کے پھر انجام کو خدا تعالیٰ پر چھوڑے اس کا نام توکل ہے اور اگر تدبیر نہیں کرتا اور صرف توکل کرتا ہے تو اس کا توکل پھوکا ہے۔‘‘ (جس کے اندر کچھ نہ ہو)۔ اور اگر نری تدبیر کر کے اس پر بھروسہ کرتا ہے اور خدا تعالیٰ پر توکل نہیں کرتا تو وہ تدبیر بھی پھوکی۔ (یعنی جس کے اندر کچھ نہ ہو)۔‘‘ وہ تدبیر بھی پھوکی ہوگی۔ ایک شخص اونٹ پر سوار تھا۔ آنحضرتؐ کو اس نے دیکھا۔ تعظیم کیلئے نیچے اترا اور ارادہ کیا کہ توکل کرے اور تدبیر نہ کرے۔ چنانچہ اس نے اونٹ کا گھٹنا نہ باندھا۔ جب رسول اللہ ﷺ سے مل کر آیا تو دیکھا کہ اونٹ نہیں ہے۔ واپس آ کر آنحضرت ﷺ سے شکایت کی کہ میں نے توکل کیا تھا لیکن میرا اونٹ جاتا رہا۔ آپ نے فرمایا کہ تُو نے غلطی کی۔ پہلے اونٹ کا گھٹنا باندھتا اور پھر توکل کرتا تو ٹھیک ہوتا۔‘‘

(ملفوظات جلد ششم ، مطبوعہ لندن صفحہ 334)

’’توکّل کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم نے ادھر توکّل کیا اور ادھر کہیں سے روٹی مل گئی۔ توکّل کا مطلب تو یہ ہے کہ انسان اصرار کے ساتھ توکّل پہ بیٹھا رہے اور پھر یقین کرے کہ بالآخر میرا خدا میرے رزق کا سامان پیدا کرے گا۔

ایک شخص کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ اسے بہت زاہد بننے کا شوق تھا اور وہ زاہد بن کر جنگل میں ایک درخت کے نیچے جا چھپا اور کہا کہ میں تو کسی سے نہیں مانگوں گا، اللہ مجھے رزق دے گا تو میں لوں گا۔ اب وہ شخص کچھ دیر تو اسی طرح رہا لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ ایک بہت بزرگ عابد انسان بیٹھا ہوا ہے۔ لوگوں نے جگہ جگہ سے تحفے لانے شروع کئے اور اس کے درخت کے نیچے کھانوں کے ڈھیر لگ گئے اور وہ لوگوں کو بھی بانٹنے لگا۔ اب خدا تعالیٰ نے اس کو آزمانا تھا۔ چنانچہ ایک دن ایسا ہوا کہ ہر ایک نے سمجھا کہ دوسرا لے گیا ہوگا اور اس دن اس کو کچھ بھی نہ ملا۔ سارا دن درخت کے نیچے بیٹھا رہا، بھوکا پیاسا، برا حال۔ آخر خیال آیا کہ دیکھنا چاہئے جا کر۔ باہر نکلا اور ایک جگہ جا کر ایک دروازہ کھٹکھٹایا تو دروازے والے نے جب دیکھا تو اس نے کہا او ہو آپ کدھر آ گئے ہیں۔ معاف کرنا غلطی ہو گئی ہم تو بھول ہی گئے تھے۔ ہمیں پہنچانا چاہئے تھا۔ اس نے اس کو دو روٹیاں اور کچھ سالن دے دیا۔ وہ چلنے لگا تو کشفاً اس کو وہ کتا دکھایا گیا جو باتیں کر رہا تھا۔ کتے نے کہا میں اس دروازے پہ بیٹھا ہوا ہوں اور کسی دروازے پر نہیں جاتا۔ میرا حق ہے کہ ایک روٹی مجھے دو۔ اس نے وہ روٹی اس کو پکڑا دی اور کھلا کر چلنے لگا تھا کہ کتا پیچھے پیچھے آ گیا۔ اس نے کہا ایک روٹی سے میرا پیٹ نہیں بھرتا یہ دونوں روٹیاں تم نے میرے مالک سے لی ہیں۔ اپنے مالک کو چھوڑ کر میرے مالک کے پاس آئے ہو اس لئے اپنے مالک کی چیز کا میں حق دار ہوں۔ چنانچہ وہ دونوں روٹیاں پھینک کر واپس اپنے درخت کے پاس چلا گیا اور اتفاق ایسا ہوا کہ اس وقت لوگوں کو یاد آیا اور لوگوں نے پھر وہاں رزق پہنچانا شروع کر دیا۔ خدا تعالیٰ نے سبق دینا تھا۔

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃالمسیح الرابعؒ بیان فرمودہ 24ستمبر 1999)

بندے کے استغفار اور توبہ کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ جسے چاہے بخش دیتا ہے

حضرت صفوان بن مُحرز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ یہ بخاری کتاب التوبۃ سے لی گئی ہے کہ ایک شخص نے ابن عمرؓ سے پوچھا کہ تم نے (اللہ اور بندے کی) رازدارانہ گفتگو کے بارہ میں آنحضور ﷺ سے کیا سنا ہے؟ انہوں نے کہا کہ مَیں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ قیامت کے روز مومن اللہ تعالیٰ کے قریب کیا جائے گا یہاں تک کہ (اللہ تعالیٰ) اس پر اپنا دامن پھیلا دے گا۔ پھر اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کروائے گا، اور فرمائے گا کہ کیا تو (اپنے فلاں فلاں) گناہ جانتا ہے۔ وہ کہے گا ہاں میرے رب میں جانتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا یقیناً میں نے دنیا میں تیرے ان گناہوں کی پردہ پوشی کی اور آج میں تجھے بخشتا ہوں۔ تب اُسے اُس کی نیکیوں کا اعمال نامہ دے دیا جائے گا۔

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃالمسیح الرابعؒ بیان فرمودہ 20اگست 1999)

یہ رمضان ہمیں ایک دفعہ پھر موقع دے رہا ہے کہ ہم خدا کے آگے جُھکیں جس طرح جُھکنے کا حق ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

''حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کے متعلق آتا ہے کہ ایک دفعہ ان کی ملکہ سے کوئی میٹنگ تھی، گئے ہوئے تھے، تو کچھ دیر کے بعد انہوں نے بڑی بے چینی سے اپنی گھڑی دیکھنی شروع کر دی۔ آخر ملکہ کو پتہ لگا اس نے پوچھا۔ آپ نے کہا ایک خدا ہے جس کی میں عبادت کرتا ہوں اور اب میرا اس عبادت کا وقت ہے۔ تو یہ جرأت ہونی چاہئے کہ کوئی بڑے سے بڑا افسر یا بادشاہ بھی ہو، اس کے سامنے بالکل نہیں جھکنا۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی کے سامنے کوئی بھی ہستی نہیں ہے۔ یہ تو سب دنیاوی چیزیں ہیں۔ آخر اس کو اپنے عملہ کو بھی کہنا پڑا کہ آئندہ یہ خیال رکھنا کہ ان کے نمازوں کے وقت اگر آئیں تو خود ہی بتا دیا کرو۔ تو یہ جرأت ہر احمدی کو دکھانی چاہئے''۔۔۔'' تو یہ رمضان ہمیں ایک دفعہ پھر موقع دے رہا ہے کہ ہم خدا کے آگے جھکیں جس طرح جھکنے کا حق ہے۔ اس کی عبادت کریں جس طرح عبادت کرنے کا حق ہے تو اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کا یقیناً جواب دے گا۔ اور یہ عہد کریں کہ آئندہ ہم ان عبادتوں کو ہمیشہ زندہ رکھیں گے۔ اگر یہ ہو جائے تو اس سے ہم انشاء اللہ تعالیٰ جماعت کی سالوں میں ہونے والی ترقیات کو دنوں میں واقع ہوتا دیکھیں گے۔ اس لئے مَیں پھر یہی کہوں گا کہ اپنی عبادتوں کو زندہ کریں۔ دوسروں کے پاس دعائیں کروانے کی بجائے (بعض لوگوں کو عادت ہوتی ہے کہ اپنا اپنا ایک حلقہ بنایا ہوا ہے، وہاں دعائیں کروانے کیلئے جاتے ہیں، اور خود توجہ نہیں ہوتی) خود اللہ تعالیٰ کی ذات کی قدرتوں کا تجربہ حاصل کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ: '' پیر بنیں۔ پیر پرست نہ بنیں'' یہاں یہ بھی بتا دوں کہ بعض رپورٹیں ایسی آتی ہیں اطلاعیں ملتی رہتی ہیں پاکستان میں بھی اور دوسری جگہوں میں بھی، بعض جگہ ربوہ میں بھی کہ بعض احمدیوں نے اپنے دعا گو بزرگ بنائے ہوئے ہیں۔ اور وہ بزرگ بھی میرے نزدیک نام نہاد ہیں جو پیسے لے کر یا ویسے تعویذ وغیرہ دیتے ہیں یا دعا کرتے ہیں کہ 20 دن کی دوائی لے جاؤ، 20 دن کا پانی لے جاؤ یا تعویذ لے جاؤ۔ یہ سب فضولیات اور لغویات ہیں۔ میرے نزدیک تو وہ احمدی نہیں ہیں جو اس طرح تعویذ وغیرہ کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے دعا کروانے والا بھی یہ سمجھتا ہے کہ مَیں جو مرضی کرتا رہوں لوگوں کے حق مارتا رہوں، میں نے اپنے بزرگ سے دعا کروالی ہے اس لئے بخشا گیا، یا میرے کام ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ تو کہتا ہے کہ مومن کہلانا ہے تو میری عبادت کرو، اور تم کہتے ہو کہ پیر صاحب کی دعائیں ہمارے لئے کافی ہیں۔ یہ سب شیطانی خیالات ہیں ان سے بچیں۔ عورتوں میں خاص طور پر یہ بیماری زیادہ ہوتی ہے، جہاں جہاں بھی ہمارے ایشین (Asian) ملکوں میں اس طرح کا زیادہ ہوتا ہے جہاں جہاں بھی Asians اکٹھے ہوئے ہوتے ہیں وہاں بعض دفعہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے ذیلی تنظیمیں اس بات کا جائزہ لیں اور ایسے جو بدعات پھیلانے والے ہیں اس کا سدِّ باب کرنے کی کوشش کریں۔ اگر چند ایک بھی ایسی سوچ والے لوگ ہیں تو پھر اپنے ماحول پر اثر ڈالتے رہیں گے۔۔۔ اللہ تعالیٰ تو یہ دعا سکھاتا ہے کہ اپنے اپنے دائرے میں ہر ایک یہ دعا کرے کہ مجھے متقیوں کا امام بناؤ۔ خلیفۂ وقت بھی یہ دعا کرتا ہے کہ مجھے متقیوں کا امام بنا۔ اور یہ پیر پرست طبقہ کہتا ہے کہ ہم جو مرضی عمل کریں ہمارے پیر صاحب کی دعاؤں سے ہم بخشے جائیں گے۔ اِنّا لِلّٰہ یہ تو نعوذ باللہ عیسائیوں کے کفارہ والا معاملہ ہی آہستہ آہستہ بن جائے گا۔ وہی نظریہ پیدا ہوتا جائے گا۔ پس اس طرف چاہے یہ چھوٹے ماحول میں ہی ہو، بہت توجہ کی ضرورت ہے۔ ابھی سے اس کو دبانا ہوگا۔ اور ہر احمدی یہ عہد کرے کہ اس رمضان میں اپنے اندر انشاء اللہ تعالیٰ انقلابی تبدیلیاں پیدا کرنی ہیں۔ ہر احمدی یہ کوشش کرے اور ہر احمدی خود ان دعاؤں اور اللہ تعالیٰ کے قرب کے مزے چکھے بجائے اس کے کہ دوسروں کے پیچھے جائے۔''

(اقتباسات از خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 22 اکتوبر 2004)

دُعا، اِک مسافر کی دیارِ غیر سے

سیّارہ حکمت

یا الٰہی میرے وطن کی گلیوں کی خیر!
ہر صبح، صبحِ نَو ہو۔ ہر شام، شامِ تاباں!
چلے وہ بادِ بہاراں۔ جو محبت کی خوشبو پھیلا دے!
برسے وہ ابرِ باراں جو نفرت کی آگ بجھا دے
خوشی اور تبسم کے پھول ہر طرف کھلا دے
ہر دل پہ دے کے دستک پیار کا کوئی گیت سنا دے
کوئی خوشخبری سنا کے، روتے ہوؤں کو ہنسا دے
منور کرے میرے اندھیرے گھر کو کوئی شمعِ فروزاں
سورج کی ضیاء میرے وطن کی مانگ کو کرنوں سے سجا دے
گھیرا ہے عدُو نے میرا بام و دَر
کہیں ڈَس نہ لیں اسے نفرتوں کے عفریت
پھیلا ہے ہر سُو اندھیرا
کہیں لگ نہ جائے آگ
گھر کو گھر کے چراغ سے! الٰہی خیر!
وہ جن کے ہاتھ میں تھی تقدیرِ فصلِ گلاب
انکے آنگن میں ہیں، رقصاں زرد پتوں کے سراب
الٰہی ہر دم دیارِ غیر میں دکھ کی پرچھائیں
پھیلے ہیں میرے دستِ دُعا
ہیں میرے لب پہ صدائیں

بندگی جاگتی ہے رات کے ساتھ

مرزا محمد افضل، ٹورانٹو کینیڈا

اک نفی ہے اور اک ثبات کے ساتھ
ذات اسکی ہے کائنات کے ساتھ

موت میں کوئی اضطراب نہیں
زندگی شرط ہے ممات کے ساتھ

اپنے سجدے میں آدمی دن بھر
بندگی جاگتی ہے رات کے ساتھ

اُن سے رونق نگر کی زندہ ہے
جاگتے ہیں شبِ برات کے ساتھ

میں ترے در پہ جا کے بھول گیا
جو بھی تھا کام تیری ذات کے ساتھ

وہ حیا کی ہے آخری تصویر
اے نظر دیکھ احتیاط کے ساتھ

اک سمندر ہے اک سمندر میں
اسکی خامشی اسکی بات کے ساتھ

ہو عطا گر، تیری عنایت ہو
زندگی اور ایک حیات کے ساتھ

نعتِ پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم

صادق باجوہ۔ میری لینڈ

نعت گوئی کا سلیقہ قدرتِ حق کی عطا
ہوں فنا حُبِّ پیمبرؐ میں تو ملتی ہے بقا

ہے غلامی و اسیری بادشاہی سے عزیز
تشنگانِ حق کو مل جاتا ہے خود اپنا پتا

زندگی بھر اک نویدِ جانفزا ملتی رہی
مانگنے والا بھی پائے گر اُٹھے دستِ دعا

اُسوۂ کامل ہوا، اَخلاق کی تکمیل بھی
جاں کے پیاسوں کیلئے بھی وہ مجسم تھا دعا

سن کے شانِ مصطفیٰؐ یوں انبیاء گویا ہوئے
ہے تمنّا یہ، خدایا! اُس کی امت سے اُٹھا

رحمۃٌ للعالمینؐ، خیرالوریٰؐ، یکتا وجود
سب جہاں کے واسطے اُٹھتا رہا دستِ دعا

وَرطۂ حیرت میں ڈوبی تھی نگاہِ دشمناں
دشمنِ جاں ہو گئے کیونکر فِدائے مصطفیٰؐ

ہر گھڑی ہر آں ستم سہنے کا یارا تو ملا
اِبتلا میں دیکھ کر لیکن عدو کو دی دعا

ہے تمنّا گر کبھی دیدار ہو صادق تو پھر
ہو لبوں پر وِرد ہر دھڑکن کہے صلِّ علیٰ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ کی صاحبزادی اور محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کی اہلیہ

محترمہ صاحبزادی امتہ القیوم بیگم صاحبہ وفات پا گئیں

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوتی، حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ کی نواسی، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ اور حضرت سیدہ امتہ الحئی صاحبہ کی بیٹی، حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خالہ اور محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب سابق امیر جماعت احمدیہ امریکہ کی اہلیہ محترمہ صاحبزادی امتہ القیوم بیگم صاحبہ مورخہ 23 جون 2009 کو پاکستانی وقت کے مطابق صبح 10 بجے واشنگٹن امریکہ میں بعمر 92 سال وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

مارچ 2009 میں آپ نے دانت میں درد کی شکایت کی۔ جب دانت نکالا گیا تو ڈاکٹروں نے بتایا کہ یہ دانت اس لئے پُش ہو رہا تھا کہ اس کے پیچھے ٹیومر ہے۔ ڈاکٹرز نے تشخیص کیا کہ سرجری کے ذریعہ اس ٹیومر کو نکالنا بہتر ہے۔ لیکن جب تقریباً پانچ ماہ بعد آپریشن کا وقت آیا تو یہ ٹیومر کافی بڑھ گیا تھا اور آپریشن نقصان دہ ہوسکتا تھا۔ جس کی وجہ سے آپ کو زیادہ تکلیف ہوتی تھی۔ ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر اپنا فضل فرمایا اور ڈاکٹرز نے آپریشن سے پہلے ٹیسٹ لئے جن میں ٹیومر کا سائز بہت بڑا آیا اور ڈاکٹرز نے آپریشن کا فیصلہ واپس لے لیا اور ریڈی ایشن کے ذریعہ ٹیومر ختم کیا گیا۔ آپ مکمل صحت یاب ہوگئیں۔ تاہم لمبی بیماری اور ادویات کے استعمال کی وجہ سے گردے پر اثر ہوگیا۔ جس کی وجہ سے دو ہفتے تک سبربن (Suburban) ہسپتال میری لینڈ امریکہ میں رہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بیماری سے بھی شفا عطا فرمائی اور گھر جانے سے ایک دن پہلے اچانک پھیپھڑے میں کلاٹ (Clot) آجانے کی وجہ سے آپ اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے جو اپنی پیاری بیٹی کیلئے دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر تکلیف سے محفوظ رکھے وہ آپ کی زندگی میں بڑی شان کے ساتھ پوری ہوئی۔

مورخہ 26 جون 2009 کو بعد نماز جمعہ مسجد بیت الرحمٰن واشنگٹن میں آپ کی نمازِ جنازہ محترم امیر جماعت احمدیہ امریکہ نے پڑھائی۔ اگلے دن شام کو امریکی وقت کے مطابق شام 8 بج کر 10 منٹ پر امریکہ سے روانگی ہوئی اور آپ کی میّت 29 جون صبح سوا ایک بجے ربوہ پہنچی۔ میت کو قصرِ خلافت میں رکھا گیا تھا جہاں ربوہ اور گردونواح کے شہروں سے آنے والی ہزاروں خواتین نے آپ کا آخری دیدار کیا۔

مورخہ 29 جون 2009 کو بعد نمازِ عصر مسجد مبارک میں محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر مقامی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ جستی تابوت کو چارپائی پر رکھا گیا تھا جس کے ساتھ لمبے بانس باندھے گئے تھے تاکہ زیادہ سے زیادہ احباب کندھا دے سکیں۔ خدام کے حفاظتی حلقہ میں جنازہ کو بہشتی مقبرہ لایا گیا۔ دُور ونزدیک سے آنے والے ہزاروں احباب جنازہ اور تدفین میں شامل ہوئے۔ محترمہ صاحبزادی صاحبہ مرحومہ کی تدفین بہشتی مقبرہ کی اندرونی چار دیواری میں آپ کے خاوند محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کی قبر کے ساتھ جنوبی طرف عمل

میں آئی۔قبر تیار ہونے پر محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر مقامی نے دعا کروائی۔

آپ حضرت مصلح موعودؓ کی بیٹیوں میں سے دوسرے نمبر پر تھیں۔آپ 19 ستمبر 1916 کو قادیان میں پیدا ہوئیں۔آپ نے مولوی فاضل کی تعلیم حاصل کی اور پھر ایف۔اے پاس کیا۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے آخری عمر تک آپ کی یادداشت بہت اچھی تھی۔حضرت مصلح موعودؓ کے دَور کے واقعات آپ کو یاد تھے اور وہ اکثر سنایا کرتی تھیں۔

آپ بہت غریب پرور تھیں، چُھپ کر اور اعلانیہ غریبوں کی مدد کیا کرتی تھیں۔بیواؤں اور یتیموں کی مستقل مدد کرتی رہتی تھیں۔ملکی اور بین الاقوامی رفاہِ عامہ کی تنظیموں کو صدقات دیا کرتی تھیں۔آپ کی نمازوں میں بڑا خشوع وخضوع ہوتا تھا۔بہت جذب اور تضرع سے نمازیں پڑھتی تھیں۔آپ کا اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق تھا۔صابر، شاکر اور اللہ تعالیٰ پر انتہائی توکل کرنے والی تھیں۔گزشتہ سال رمضان میں آپ نے روزے رکھے۔حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت اماں جانؓ کی تربیت کا پرتو آپ میں نمایاں تھا۔لغویات سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرتیں۔آپ میں عاجزی اور انکساری بہت زیادہ تھی، ہر آنے جانے والے سے بہت عاجزی سے ملا کرتی تھیں۔دین کی بڑی غیرت رکھتی تھیں۔جماعت اور خلافت سلسلہ کی بھی بڑی غیرت تھی۔آپ پردہ کی بڑی پابند تھیں۔خدا تعالیٰ سے تعلق رکھنے کی بہت تلقین کیا کرتی تھیں۔انہوں نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کے طریقے بتائے۔قرآن کریم پر صفحوں کے صفحے نوٹس لکھے ہوتے تھے۔

خلافت سے آپ کا تعلق مثالی تھا، خلیفۃ المسیح کی عزت واحترام بہت کیا کرتی تھیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ آپ کے بڑے بھائی تھے۔آپ ان کا بہت احترام کیا کرتی تھیں، خلافت سے جو ایک خاص تعلق ہوتا ہے وہ بہت زیادہ تھا۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ چھوٹے بھائی تھے لیکن خلافت کے بعد انتہائی ادب اور احترام کا تعلق پیدا ہوا۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز آپ کے بھانجے ہیں، خلیفۃ المسیح بننے کے بعد آپ سے احترام اور عزت کا وہی رشتہ تھا جو پہلے خلفائے سلسلہ کے ساتھ تھا۔مورخہ 26 جون 2009 کے خطبہ جمعہ میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تفصیلی سیرت کے پہلو بیان فرمائے ہیں۔خلافت سے وابستگی کے بارے میں حضور انور نے فرمایا۔میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے زمانے میں ان کا تعلق دیکھا اور اپنے ساتھ جب دیکھتا ہوں کوئی فرق مجھے نظر نہیں آتا، وہی عزت واحترام، معمولی سا بھی فرق کہیں نظر نہیں آیا۔اتنا ادب اور احترام کہ بعض دفعہ شرمندگی ہوتی تھی۔حضور انور نے فرمایا امریکہ میں قیام کے دوران جب ان کو ان کے گھر ملنے گیا تو ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی۔

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا بڑا وسیع مطالعہ تھا انہوں نے روحانی خزائن کی ہر کتاب قریباً نو مرتبہ پڑھی تھی۔ہر بات اور شخص کا بڑی باریکی کے ساتھ خیال رکھتی تھیں۔بیماری کے دنوں میں مکرم ظاہر مصطفیٰ احمد صاحب اور ان کے بیوی بچوں کو تین گھنٹے تک مختلف نصیحتیں کرتی رہیں اور پھر ان کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے آپ کی بہت خدمت کی حالانکہ جو خدمت آپ نے ان بچوں کی کی تھی وہ اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔یہ ان کی بڑائی اور شکر گزاری کا احساس تھا، بڑی باریکی کی حد تک انہوں نے اس کا خیال رکھا۔

(روزنامہ الفضل یکم جولائی 2009)

اللہ تعالیٰ ہمارے وطن کی حفاظت فرمائے اور دشمن کے بد ارادوں کو نامراد کرے

جماعت احمدیہ کو ہمیشہ اپنے وطن کی خاطر قربانی کی توفیق ملی ہے

آئندہ جب بھی وطن کیلئے جانی و مالی قربانی کی ضرورت پیش آئی جماعت احمدیہ صفِ اوّل میں کھڑی ہو گی

گزشتہ کچھ عرصہ سے صوبہ سرحد کے بیشتر علاقوں بشمول سوات، وزیرستان وغیرہ میں دہشت گردی کی لہر میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ مختلف قوتیں ہمارے پیارے وطن پاکستان کو کمزور کرنے اور نقصان پہنچانے کے درپَے ہیں۔ ان حالات میں حکومت پاکستان کو ان دہشت گردوں کے خلاف مجبوراً فوجی آپریشن کرنا پڑا ہے جو تا حال جاری ہے۔ اس صورتحال میں 20 لاکھ سے زائد افراد کو متاثرہ علاقہ چھوڑ کر ہجرت پر مجبور ہونا پڑا ہے اور تا حال ان متاثرین میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اتنی بڑی تعداد میں اپنے ہی ملک میں Dislocate ہونے کا غالباً یہ سب سے بڑا واقعہ ہے۔

ان متاثرین کی امداد کے لئے جہاں دیگر اہل دل اور ہمدردی کا جذبہ رکھنے والوں نے حصہ لیا ہے۔ وہاں پر بفضل اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ پاکستان نے اپنی روایات اور قربانی کی رُوح کو قائم رکھتے ہوئے مذکورہ متاثرین کی بحالی کے فنڈ میں 50 لاکھ روپے بحیثیت جماعت احمدیہ پاکستان حصہ لینے کی توفیق پائی ہے۔ جبکہ انفرادی طور پر افرادِ جماعت احمدیہ کی طرف سے اس فنڈ میں حصہ لینے کی سعادت اس کے سوا ہے۔

بفضل اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کو بحیثیت جماعت اور انفرادی طور پر ہمیشہ یہ توفیق ملی ہے کہ ہمارے پیارے وطن پر جب بھی مشکل وقت آیا جماعت احمدیہ نے ہمیشہ قابل ذکر کردار ادا کیا ہے۔ جماعت احمدیہ کی خدمت محض مالی قربانی تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ جب اس وطن نے پکارا اور خون کا نذرانہ طلب کیا ہے اس محاذ پر بھی بفضل اللہ تعالیٰ افرادِ جماعت احمدیہ پیش پیش رہے ہیں۔

ماضی میں بہت سے احمدی وطن کی خاطر جان کا نذرانہ پیش کرنے کی روایات کے علمبردار رہے ہیں اور حال ہی میں 27 مئی 2009 کو لاہور میں ریسکیو پولیس 15 کے دفتر میں بحیثیت ASI فرائض سرانجام دیتے ہوئے جماعت احمدیہ کے مخلص فرد غلام مصطفیٰ صاحب کو وطن کی راہ میں جان کا نذرانہ پیش کرنے کی سعادت ملی۔ اسی طرح 19 جون 2009 کو جماعت احمدیہ کے ایک بہادر جوان مکرم میجر افضال احمد صاحب باجوڑ میں مادرِ وطن کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے دہشت گردوں کے ہاتھوں وطن پر قربان ہو گئے۔ آپ نہایت درجہ مخلص، وطن سے وفادار اور نیک مقاصد کے حصول کیلئے جان تک قربان کرنے کا عزم رکھنے والے تھے۔ مرحوم نے جماعت احمدیہ کی وطن کیلئے قربانیوں کی شاندار روایات کو قائم رکھا ہے۔

ہمارا مسلک ہے کہ وطن سے محبت ایمان کا حصہ ہے۔ آئندہ بھی وطن کیلئے جب بھی جانی و مالی قربانی کی ضرورت درپیش ہوئی انشاء اللہ افرادِ جماعت احمدیہ انفرادی طور پر بھی اور بحیثیت جماعت بھی ہمیشہ اپنی اعلیٰ روایات قائم رکھتے ہوئے سینہ چاکان وطن کی صفِ اوّل میں کھڑی ہو گی۔

اللہ تعالیٰ ہمارے وطن کی حفاظت فرمائے دشمن کے بد ارادوں کو نامراد کرے اور اپنی حفظ و امان میں رکھے، آمین۔

(مکرم سلیم الدین صاحب ناظر امور عامہ و ترجمان جماعت احمدیہ کی پریس ریلیز)

اعلانِ ولادت

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے Dallas, TX جماعت کے ممبر مکرم ڈاکٹر زبیر لطیف صاحب اور محترمہ سارہ خالدہ لطیف صاحبہ کو مورخہ 25 مئی 2009 کو اللہ تعالیٰ نے Grand Prairie, TX میں جڑواں بچوں سے نوازا ہے۔ بیٹے کا نام سبحان لطیف اور بیٹی کا نام عنبر لطیف رکھا گیا ہے۔ یہ بچے مکرم عبداللطیف صاحب سیکریٹری امورِ عامہ جماعت احمدیہ Dallas اور محترمہ شہناز لطیف صاحبہ سیکریٹری تعلیم لجنہ اماء اللہ Dallas کے Grand Children ہیں۔ اور مکرم مولوی عبدالمجید صاحب مرحوم سابق نائب امیر، سیکریٹری تعلیم، زعیم اعلیٰ مجلس انصاراللہ جماعتِ احمدیہ کراچی کے Great Grand Children ہیں۔

اسی طرح ننھیال کی طرف سے یہ بچے محترم افتخار احمد صاحب پریذیڈنٹ جماعتِ احمدیہ گلستان جوہر کراچی اور محترمہ راشدہ احمد صاحبہ کے Grand Children اور محترم پروفیسر سعود احمد صاحب سابق پروفیسر جامعہ احمدیہ ربوہ اور سابق مبلغ جماعتِ احمدیہ گھانا کے Great Grand Children ہیں۔ احبابِ جماعت سے درخواستِ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان بچوں کو نیک اور خادمِ دین بنائے اور احمدیت کے سچے وفادار بنائے، آمین۔

عبداللطیف جماعت Dallas

منظوم کلام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

توبہ کی بیل چڑھنے لگی ہے منڈھے پہ آج — اَے دَرد! میری آنکھ کا فوّارہ چھوڑ دے

رَحمت کے چھینٹے دینے پہ صد شکرو اِمتنان — دل کیلئے بھی پَر کوئی انگارہ چھوڑ دے

جنّت میں ایسی جنس کا جانا حرام ہے — اپنے ذنوب کا یہیں پُشتارہ چھوڑ دے

لعنت خدا کے بندوں پہ حاشا! کبھی نہیں — بچنا ہے گر تو لعنتِ کفّارہ چھوڑ دے

اسلام کھانے پینے پہننے کے حق میں ہے — پَر یہ نہ ہو کہ نفس کو آوارہ چھوڑ دے

بسم اللہ الرحمان الرحیم

تحریک جدید۔ دفتر اول

(مبارک احمد ظفر۔ ایڈیشنل وکیل المال، لندن)

۱۹۳۴ء میں دشمنان احمدیت خصوصاً مجلس احرار نے قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجانے اور کشتیٔ احمدیت کو نیست نابود کرنے کا دعویٰ لے کر مخالفت کا ایک طوفان کھڑا کر دیا اور بظاہر اس ہیبت ناک طوفان سے بچنے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت کا ہاتھ روح القدس کے ذریعہ اپنی اس کمزور جماعت کے سر پر رکھا اور ایک عظیم الشان تحریک جس کا نام حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے تحریک جدید رکھا کی شکل میں خدا تعالیٰ کی تائید ظاہر ہوئی۔ ۲ر نومبر ۱۹۳۴ء کے خطبہ جمعہ میں حضرت مصلح موعودؓ نے جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''کشتیٔ احمدیت کا کپتان، اس مقدس کشتی کو پرخطر چٹانوں میں سے گزارتے ہوئے سلامتی کے ساتھ اسے ساحل پر پہنچا دے گا۔ یہ میرا ایمان ہے اور میں اس پر مضبوطی سے قائم ہوں۔ جن کے سپرد الٰہی سلسلہ کی قیادت کی جاتی ہے ان کی عقلیں اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے تابع ہوتی ہیں اور وہ خدا تعالیٰ سے نور پاتے ہیں اور اس کے فرشتے ان کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کی رحمانی صفات سے وہ مؤید ہوتے ہیں اور گو وہ دنیا سے اٹھ جائیں اور اپنے پیدا کرنے والے کے پاس چلے جائیں مگر ان کے جاری کئے ہوئے کام نہیں رکتے اور اللہ تعالیٰ انہیں مصلح اور منصور بناتا ہے''۔

چنانچہ آپؓ نے تحریک جدید کا اعلان کرتے ہوئے مخالفین احمدیت کو زمین کے کناروں تک پہنچانے کے لئے احباب جماعت کو زندگیاں وقف کرنے، سادہ زندگی اختیار کرنے اور مالی قربانی کی تحریک فرمائی۔

اس وقت اپنے امام کی آواز پر والہانہ لبیک کہتے ہوئے۔ ہمارے آباؤاجداد نے انتہائی غربت اور مالی تنگی کے باوجود بڑے اخلاص اور محبت بھرے جذبات کے ساتھ کئی گنا بڑھ کر چندہ تحریک جدید

اپنے امام کے قدموں پر نچھاور کر دیا۔

شروع شروع میں یہ تحریک عارضی تھی مگر جب اس بابرکت تحریک کے اجراء پر ۱۰ سال پورے ہوگئے تو آپ نے اس الٰہی تحریک کی اہمیت اور نوعیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کو مزید وسعت دینے کا فیصلہ فرمایا اور پہلے دس سال کے عرصہ کو دفتر اول کا نام دیا۔

اور فرمایا ''ہم تو امید کرتے ہیں کہ تحریک جدید کے یہ دور غیر محدود ہوں گے اور جس طرح آسمان کے ستارے گنے نہیں جاسکتے۔ اس طرح تحریک جدید کے دور بھی نہیں گنے جائیں گے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ تیری نسل گنی نہیں جائے گی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل نے دین کا بہت کام کیا۔ یہی حال تحریک جدید کا ہے''۔

(خطبہ جمعہ ۲۲ر فروری ۱۹۵۳ء)

تحریک جدید کے دفاتر کے متعلق آپ نے مزید فرمایا؛

''میں نے سوچا ہے کہ اب تحریک جدید کی یہ شکل کر دی جائے کہ ہر دفتر جو بنے گا اس کے دور اول وثانی بنتے چلے جائیں گے اور ہر ایک انیس سال کا ہو۔۔۔۔۔۔ پس اس کے بعد دوسرے لوگ بھی اس طرح ۱۹/۱۹ رسالہ دوروں میں حصہ لیتے چلے جائیں گے۔ انیس میں میں نے جو حکمت رکھی تھی اسے بدلنا نہیں چاہتا''۔ اور فرمایا کہ ''میں تحریک جدید کو اس وقت تک جاری رکھوں گا جب تک تمہارا سانس قائم ہے''۔

(خطبہ جمعہ ۲۷ر نومبر ۱۹۵۳ء)

اس طرح اب تک جو دفاتر قائم ہو چکے ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے؛

☆ ۱۹۳۴ء تا ۱۹۴۴ء تک شامل ہونے والے دفتر اول میں شمار ہوتے ہیں۔

☆ ۱۹۴۴ء تا ۱۹۶۵ء تک شامل ہونے والے دفتر دوم میں شمار ہوتے ہیں۔

☆ ۱۹۶۵ء تا ۱۹۸۵ء تک شامل ہونے والے دفتر سوم میں شمار ہوتے ہیں۔

☆ ۱۹۸۵ء تا ۲۰۰۴ء تک شامل ہونے والے دفتر چہارم میں شمار ہوتے ہیں۔

☆ ۲۰۰۴ء کے بعد سے شامل ہونے والوں کا شمار دفتر پنجم میں ہوتا ہے۔

دفتر اول کے تحت قربانی کرنے والوں کو تحریک جدید میں ایک خاص مقام حاصل

ہے۔جب ۱۹۵۳ء تک دفتر اول کے قربانی کرنے والے خوش نصیبوں کی تعداد پانچ ہزار تک پہنچ گئی تو ان بزرگوں کے ناموں کو یادگار کے طور پر ایک کتاب بنام ''تحریک جدید کے پانچ ہزار مجاہدین'' میں محفوظ کیا گیا۔

تحریک جدید پر ۴۸ سال کا عرصہ پورا ہونے پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے **السابقون الاولون** کا جائزہ لیا تو یہ پتہ چلا کہ ان ابتدائی قربانی کرنے والوں کی تعداد پانچ ہزار سے کم ہو کر دو ہزار تک رہ گئی ہے چنانچہ آپ نے ۵ رنومبر ۱۹۸۲ء کو جماعت کو اس طرف توجہ دلاتے ہوئے اپنے ولولہ انگیز اور بصیرت افروز خطبہ جمعہ میں فرمایا کہ؛

''جس کا چندہ جاری ہے وہ کس طرح مر سکتا ہے؟ اس لئے دفتر اول کی از سر نو ترتیب کرنی پڑے گی۔میری یہ خواہش ہے کہ یہ دفتر (دفتر اول) قیامت تک جاری رہے اور جو لوگ ایک وقت اسلام کی مثالی خدمت کر چکے ہیں پھر ان کا نام قیامت تک نہ مٹنے پائے اور ان کی اولادیں ہمیشہ ان کی طرف سے چندہ دیتی رہیں اور ایک بھی دن ایسا نہ آئے جب ہم یہ کہیں کہ اس دفتر کا ایک آدمی فوت ہو چکا ہے۔خدا کے نزدیک بھی وہ زندہ رہیں اور قربانیوں کے لحاظ سے بھی اس دنیا میں بھی ان کی زندگی کی علامتیں ہمیں نظر آتی رہیں''۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا؛

''اس بات پر خوفزدہ نہ ہوں کہ اتنے لمبے عرصہ کے کھاتے کس طرح زندہ کئے جائیں۔جتنا زیادہ سے زیادہ پیچھے جا کر کھاتے زندہ کر سکتے ہیں اپنی توفیق کے مطابق وہ کریں اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو بھی دیکھیں۔جوں جوں اللہ تعالیٰ فضل بڑھاتا چلا جائے اس کی توفیق بھی بڑھتی چلی جائے گی اور پھر یہ خواہش ہوگی کہ یہ تسلسل بھی قائم رکھیں کہ بیچ میں کوئی سال ایسا نہ ہو جو خالی رہ گیا ہو۔۔۔۔اپنے لئے بھی اور اپنے والدین کی قربانیوں کے لئے بھی توجہ کریں۔پس جلدی سے آگے بڑھیں اور فرشتوں کی دعائیں لینے والے بنیں تاکہ آپ کی اولادیں بھی ان قربانیوں سے فیض پاتی رہیں۔ان دعاؤں کا سب سے بڑا خزانہ ہوگا جو آپ اپنی اولادوں کے لئے چھوڑ جائیں گے''۔

نیز فرمایا ''ہوسکتا ہے کہ باہر آکر کچھ لوگ چندے اپنے بزرگوں کے نام پر دیتے بھی ہوں لیکن باہر کے ملکوں میں یہ ادائیگیاں ان کے بزرگوں کے نام میں شمار نہیں ہوتیں۔اور اگر ہوتی بھی پھر بھی

کیونکہ مرکز میں ریکارڈ ہے وہاں درج نہیں ہوتیں اور ہوسکتا ہے کہ آپ اپنے بزرگوں کے نام پر ادائیگی کر رہے ہوں اور آپ کے نام پر یہ ادائیگی شامل کی جارہی ہو۔ سہولت اسی میں ہے کہ مرکز ربوہ سے رابطہ کریں کہ ان کی کیا کیا رقم تھی یا وعدے تھے اور وہیں ادائیگی کی کوشش کریں تاکہ ریکارڈ درست رہے۔۔۔ان کے نام بہرحال زندہ رہنے چاہئیں۔اللہ تعالیٰ ان سب کی اولادوں کو توفیق دے"۔

مندرجہ بالا ارشادات کی روشنی میں دفتر اول کے پانچ ہزار مجاہدین کے ورثاء یعنی ان کے بیٹے، بیٹیوں، پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں اور دیگر بہن بھائیوں اور ان کی اولادوں کا فرض بنتا ہے کہ ان مجاہدین کی طرف سے سب اپنے اپنے طور پر الگ الگ تحریک جدید کا چندہ جاری کروائیں۔

محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے مرکز نے کتاب پانچ ہزار مجاہدین کو کمپیوٹرائزڈ کر دیا ہے اور ہر مجاہد کو ایک کوڈ (ID) الاٹ کر دیا گیا ہے اور اس کتاب کے نئے ایڈیشن میں نمبر شمار کے ساتھ یہ کوڈ بھی درج کر دیا گیا ہے۔احباب جماعت کی سہولت کے لئے اس کتاب کو جماعتی ویب سائٹ www.alislam.org پر ڈالنے کا انتظام بھی کروادیا ہے۔لہٰذا احباب جماعت وہاں سے بھی استفادہ کرسکتے ہیں۔

پاکستان سے باہر کے ممالک کی جماعتوں کو ہدایت بھجوادی گئی ہے کہ دفتر اول کے جاری ہونے والے کھاتوں کا ایک ریکارڈ ہر ملک میں تیار ہو۔ایسے مخلصین جماعت جو دفتر اول کے اپنے کسی مرحوم کی طرف سے تحریک جدید کا چندہ ادا کریں تو ملکی ریکارڈ میں اس کا اندراج بھی کروائیں تاکہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خواہش کے مطابق ریکارڈ مکمل اور Update ہو۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں؛

"پس مبارک ہر وہ جو بڑھ چڑھ کر اس تحریک میں حصہ لیتے ہیں کیونکہ ان کا نام ادب واحترام سے سلسلہ کی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا اور خدا تعالیٰ کے دربار میں وہ لوگ خاص عزت کا مقام پائیں گے کیونکہ انہوں نے خود تکلیف اٹھا کر دین کی مضبوطی کے لئے کوشش کی اور ان کی اولادوں کا خدا تعالیٰ خود متکفل ہوگا اور آسمانی نور ان کے سینوں میں ابل کر نکلتا رہے گا اور دنیا کو روشن کرتا رہے گا"۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس بات کی توفیق عطا فرمائے کہ جہاں ہم اپنی طرف سے تحریک جدید میں قربانی کرنے والے بنیں وہاں ہم دفتر اول کے بزرگوں کی قربانیوں کو بھی زندۂ جاوید رکھیں۔آمین۔